

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بِلْغُ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ
[القرآن]

ایک دعوی، اصلاحی نہ کری اور علمی محبلہ

تبليغ القرآن

دو ماہی پشاور

شمارہ 2

جلد 1

مارچ، اپریل 2014ء، جمادی الاول، الشانی ۱۴۳۵ھ

مگران

مولانا مفتی محمد ایاز درانی

مدیر

مولانا سید کفایت بخاری

مولانا حشمت علی صافی

یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضمونیں

3	ضیاء البیان فی تفسیر القرآن	علامہ عطاء اللہ بن بیلوی
8	اللہ کے سوا کوئی حاجت روانہ نہیں	مولانا سید محمد بخاری
9	تحریک پاکستان کا پس منظر	مدد
11	سانحہ تعلیم القرآن	ادارہ
13	اہمیت و مقام سنت	قاری لقمان احمد
19	نبوی اسلوب دعوت	مولانا مفتی محمد ایاز
30	امن کا حصول مگر کیسے؟	ڈاکٹر دوست محمد خان
34	جسمانی پاکیزگی کے ادب	جانب اختر عباس
38	نمزاں کو ضائع کرنے کے مختلف بہانے	مولانا عاشق اللہ
44	دینی مسائل	مولانا مفتی محمد ایاز / مولانا مفتی فیض الحق
49	ترتیب اطفال اور مال کی ذمہ داریاں	ڈاکٹر محمد شاہد رفیع
56	کامیاب زندگی مگر کیسے؟	مولانا حشمت علی صافی
58	قیادت کی میراث	
59	جامعی کی سرگرمیاں	محمد بلال علی
64	تبصرہ کتب	

قیمت فیٹ ٹارڈ 30 روپے زر سالانہ۔۔۔۔۔ 160 روپے

سالانہ ذر تعاون یہود ممالک: 20 ڈالر

پینک اکاؤنٹ نمبر: 8-20003200

پینک کوڈ: 0864

الائینیک لیبلز فیٹر آباد رائے پشاور پاکستان۔

برائے رابطہ:

فون: 300 45 22 45 +92-91-22 45، موبائل: 151 (0) 93 93 333 +92(0)

مجلس ادارت

- پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
- پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد خان
- مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
- مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنفی
- انجینئر میاں محمد الیاس
- پروفیسر سید طاہر شاہ
- مفتق ضیاء الحق
- جناب یوسف ظفر
- مفتق سراج الحق
- ابو شاقب شکیل احمد

خط و کتابت کا پتہ

محلہ "تبليغ القرآن"

جامعہ تبلیغ القرآن

یوسف آباد، راہ رفتار پاکستان۔



ایمیل

jamiatq@gmail.com

ویب سائٹ

www.alishaat.com

پبلیشر: حشمت علی صافی

پرنسپر: العلم پبلیشنگ سروسز

ترتیل انجارج

قاری احتشام الحق

ضياء البیان فی تفسیر القرآن

علام حطام اللہ بن دیالوی

سورة البقرة

سورۃ بقرہ کا اجمانی خاکہ:

ہر سورۃ کی ابتداء میں چند باتوں کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

1) وجہ تسمیہ: کہ اس سورۃ کا یہ نام کیوں تجویز کیا گیا۔

2) پچھلی سورت سے اس سورت کا تعلق، ربط اور مناسبت کیا ہے؟

3) مضامین سورت کا مختصر ساختا کہ اور نقشہ

وجہ تسمیہ:

اس سورت کی آیت ۲۹ میں گائے کے ذبح کرنے کے متعلق ایک واقعہ بیان ہوا ہے، اسی مناسبت سے اس کا نام ”بقرہ“ تجویز ہوا۔ جس کے معنی گائے کے ہیں۔

ربط:

سورت فاتحہ میں إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے ہدایت کی دعائماً لگی گئی، اب سورۃ البقرہ میں ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَبَّ يَرْبِبُ فِيهِ کے ساتھ اس دعاء کا جواب آگیا۔

دوسراربط:

سورت الفاتحہ میں تین جماعتوں کا تذکرہ اجملاً ہوا۔ (أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ، ضَآلِّينَ) جبکہ سورۃ البقرۃ کے ابتدائی دور کوئی میں ان تین جماعتوں کا تذکرہ تفصیل ہو گا۔

تیسرا بربط: سورت الفاتحہ میں إِيَّاكَ نَعْبُدُ کے ساتھ اللہ کی توحید کا اقرار لیا گیا۔ اب سورۃ البقرہ میں اس پر عقلی دلائل بیان کیے جائیں گے۔

مضامین:

امام الانبیاء ﷺ بحیرت فرماد کہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلی اتنے والی سورت یہی ہے۔ مکہ مکہ میں آپ کا مقابلہ مشرکین مکہ سے تھا، اسی لیے کمی سورتوں میں زیادہ تر مضمون توحید و رسالت اور ثبوت قیامت پر مشتمل تھے۔ بحیرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ کے بالمقابل یہود تھے جو اپنے علمی رعب اور خانقاہی نظام کی وجہ سے بہت بااثر تھے۔ انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزر جان سے خائف اور ان کے ممنون رہتے۔ یہود بظاہر تورات کے ماننے کا اقرار کرتے مگر ان کے علماء اور رہبانوں نے تحریف کر کے تورات کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، وہ شرک کے رسیا، حق کو چھپانے والے، تورات کے احکامات کے باغی، غلط طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے والے، رشوت خور اور سودی کا روبار کے حریص تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی مخالفت پر کراس لیے کہ آخری چیزیں بنو اسحاق کے بجائے بنو اسماعیل میں کیسے آگیا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں آیت ۲۰ سے لے کر آیت ۱۲۳ تک مدینہ کے یہود کی خباشوں کا تذکرہ ہوا۔ ان کے آباء و اجداد پر ہونے والے انعامات الہیہ کا ذکر ہوا، ان کے بڑوں کی بہت دھرمی اور شرارتوں سے پردے ہٹائے گئے۔

بحیرت فرماد جب مسلمان مدینہ پہنچے تو مختلف قبائل کے لوگ اسلام قبول کر کے مدینہ میں جمع ہونے لگے اور انصار کی وجہ سے مدینہ میں ایک ریاستِ اسلامیہ قائم ہو گئی تو اس سورت کے اکثر حصے میں مسلمانوں کو باہمی منظم اور متحد رکھنے کے لیے کچھ احکام اور قوانین بیان فرمائے گئے۔

بحیرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو جب دنیوی عروج حاصل ہونے لگا، اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور مال غنیمت کے ذریعے ان کی غربت و فاقہ کشی کا خاتمه ہونے لگا تو ایک تیسرا گروہ منافقین کا معرض وجود میں آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس سورت میں ان کے سربستہ رازوں سے پردے ہٹائیں گے۔

مکہ میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ مشرکین کے ظلم و ستم کے مقابلے میں صبر و استقامت سے کام لیانا ہے اور توار اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ مدینہ میں جب سب مسلمان اکٹھے ہو گئے اور کفار نے منظم طریقے سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو کفار سے نکرانے کی اجازت دے دی اور اپنی نصرت اور فتح کا ان سے وعدہ فرمایا۔

خلاصہ: سورۃ البقرہ میں چھ اہم مضامین بیان ہوں گے۔

- (۱) توحید (۲) رسالت (۳) جہاد (۴) انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا) (۵) امور انتظامیہ (۶) امورِ مصلحہ

امور انتظامیہ سے مراد ہیں: نکاح، طلاق، عدت، رضاعت، وراثت اور قصاص کے احکام۔ اور

امورِ مصلحہ سے مراد ہیں: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ۔

امور انتظامیہ پر عمل پیرا ہونے سے مسلمانوں میں باہمی اختلاف اور انتشار ختم ہو گا، اور وہ باہم منظم اور متحد ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کر سکیں گے۔ اور امورِ مصلحہ سے دلوں میں تقویٰ اور خوفِ الہی پیدا کرنا مقصود ہے تاکہ مسلمانوں کا باطن پاکیزہ ہو جائے اور ان کے لیے امور انتظامیہ پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

یاد رکھیے! تقریباً ہر سورت میں اللہ تعالیٰ ایمان قول نہ کرنے والوں کو تحفیظ (ڈراوا) سناتے ہیں اور ایمان قول کرنے والوں کو بشارت (خوشخبری) سناتے ہیں۔ کہیں کہیں اللہ تعالیٰ داعیٰ اسلام کو تسلی دیتے ہیں اور کہیں اللہ تعالیٰ مخالفین کے نار و اسلوک اور روایے پر شکوہ کرتے ہیں اور کہیں اللہ مشرکین و کفار کے شبہات کو دور فرماتے ہیں۔ ان سب چیزوں کو ذہن میں رکھ کر سورۃ البقرہ کی تفسیر پڑھیں گے تو سورت کے مضامین آسانی کے ساتھ سمجھ آجائیں گے۔

الْمَ ° ذُلِّكَ الْكِتَبُ لَا رَبِّ يَرِبُّ بِفِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ○ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَ يُقْيِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ مِنَّا رَأَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ ○ وَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَ مَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ° وَ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُؤْقِنُونَ ○ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

ترجمہ:

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہو جو بے حد مہربان نہایت رحم و الاء
اس کتاب میں کچھ شک نہیں، راہ بتائی ہے ڈرنے والوں کو جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا، اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہو اتیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہو اتجھ سے پہلے، اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں، وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے، اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

تفسیر و تشریح:

الْمَ: یہ حروفِ مقطعات میں سے ہیں جو انیس سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں۔ یہ حروف چونکہ الگ الگ اور کاٹ کر پڑھے جاتے ہیں، اس لیے انہیں حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ یہ تشاہرات میں سے ہیں اور ان کی مراد اور معنی صرف اللہ جانتا ہے۔

ذَلِكَ الْكِتَابُ: یعنی قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں اور نبی اکرم ﷺ کے پاکیزہ دل پر اترنے میں، اور قرآن میں بیان کردہ واقعات کی صحت میں، اور اس کی پیشگوئیوں میں، اور اس کے واضح دلائل اور روشن تعلیمات میں ذرہ برا بر شک و شہید کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی شک کامر یہ بننا چاہتا ہے تو یہ اس کی کچھ فہمی اور ضد و عناد کی انتہاء ہے۔

هُدَى لِلْمُتَّقِينَ: اللہ نے قرآن میں دوسری جگہ پر اس کتاب قران کو هدای للنّاس کہہ کر تمام انسانوں کے لیے ہدایت قرار دیا ہے۔ مگر یہاں اسے متقدی لوگوں کے لیے ہادی قرار دیا۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قرآن ہدایت تو سب لوگوں کے لیے ہے مگر اس سے فائدہ اور لفظ صرف وہی لوگ حاصل کریں گے جن کے دلوں میں خوفِ الہی موجود ہو گا، یا تقویٰ اپنے لغوی معنی میں ہو گا، بمعنی ”پچنا“۔ یعنی یہ قرآن ان لوگوں کے لیے ہدایت بنے گا جو ضد و عناد سے بچتے ہیں اور دلوں میں انبات اور رجوع الی اللہ کا جذبہ رکھتے ہیں۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ: یہ آنُعْمَتْ عَلَيْهِمْ کا تذکرہ ہے اور مومنِ متقيوں کی پہلی صفت ہے، یعنی متقدی اور مومن لوگ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ”ایمان“ کا معنی ”دل سے ماننے“ اور ”تصدیق“ کرنے کے ہیں۔ اور ”غیب“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادراک ظاہری حواس کی رسائی اور عقل کی پہنچ سے ماوراء ہو، اور اس کے متعلق جس قدر بھی معلومات ہوں وہ امام الانبیاء ﷺ کے بتلانے اور اطلاع دینے پر مخصر ہوں۔ جیسے فرشتے، آسمانی کتب، قیامت، جنت، دوزخ، صراط و میزان اور خود ذات باری تعالیٰ۔

وَيُرِيقِيمُونَ الصَّلَاةَ: یہ متقدی لوگوں کی دوسری و صفات ہے۔ یہاں نمازوں پڑھنے کا نہیں بلکہ نمازوں کو قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ نمازوں کے تمام فرائض، واجبات، سنن و مستحبات کے ساتھ انتہائی عاجزی اور خشوع کے ساتھ ادا کرنے کا کو اقامتِ صلوٰۃ کہتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنِفِّقُونَ: یہ تیسری وصف ہے۔ اس سے مراد صرف مال کو خرچ کرنا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد مال و اولاد، فصلییں اور باغات، علم وہنر، عقل و حکمت، یہ سب رزق میں شامل ہیں، اور یہ سب اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں۔ مقنی وہ لوگ ہیں جو اپنی دولت سے اور اپنے علم سے محروم لوگوں کو مالا مال کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ: یہ متین کی چوتھی علامت ہے جو وحی آپ ﷺ پر اتاری گئی اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو وحی آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں، مگر پہلے وحی پر عمل نہیں کرتے بلکہ عمل صرف اس موجودہ وحی پر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ پر نازل شدہ وحی سے مراد صرف قرآن نہیں بلکہ آپ ﷺ کے وہ ارشادات اور فرائیں بھی مراد ہیں جو قرآن کے احکام کی وضاحت و تشریح کرتے ہیں جیسے نماز ادا کرنے کے طریقے، زکوٰۃ کے نصاب کی تشریح وغیرہ۔ علماء نے اس سے ایک لطیف نکتہ یہ نکالا ہے کہ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی وحی اترنے کا سلسلہ جاری رہنا ہو تو ممنون قبیلک کی طرح من بعدِ ک کا ذکر بھی ضرور ہوتا۔

وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُونَ: یہ متین کی پانچویں صفت ہے۔ آخرت سے مراد دار آخرت، یعنی قیامت ہے۔ اس پر صرف ایمان نہیں لانا، بلکہ یقین رکھنا ہے۔ جس شخص کو یقین ہو کہ مرنے کے بعد حساب کتاب کے لیے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، وہ اپنے دامن کو گناہ کی آلودگیوں سے بچا کر لازماً تقویٰ والی زندگی بسر کرے گا۔ **أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ قَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ:** یہ اسی پانچ صفات والے مومنین متین کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ ان پانچ صفتیں کے حامل لوگ ہی ہدایت پر ہیں اور آخرت میں یہی کامیاب و کامراں ہوں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عطا کردہ ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی بنابر دنیا و آخرت کی کامیابیوں کے یہی لوگ حقدار ہیں۔ اس آیت میں اصحاب رسول کی زبردست مقتبت ہے۔ کیونکہ آیت کے پہلے مخاطب اور مصدق وہی خوش نصیب ہیں۔

اللہ کے سوا کوئی حاجت روانہ نہیں

مولانا سید محمد بخاریؒ

عَنْ آنَىٰ رَجُلَيْهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُ كُمْرَبَةٍ حَاجَتَهُ كُلُّهَا حَتَّىٰ يَسْأَلُهُ الْمِلْحَ وَحَتَّىٰ يَسْأَلُهُ شَسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ۔ [رواۃ الترمذی، مکلوۃ: ۱۹۶]

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی ہر حاجت اپنے پروردگاری سے مانگے، بیہاں تک کہ (معمولی سے معمولی چیز مثلاً) نمک یا جوتی کا تسمہ اگر ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگے۔

شرح:

جهلا اور ضعیف العقیدہ لوگوں میں اس شرک کی بیماری عام ہے کہ وہ اپنی حاجات اور مشکلات میں غیر اللہ مثلاً ولیوں، فرشتوں اور جنوں وغیرہ کو پکارتے اور ان کے نام کی نذریں اور منتین دیتے ہیں تاکہ وہ خوش ہو کر حاجت روائی اور مشکل کشائی کریں، اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ اس لئے تم اپنی تمام دینی اور دنیوی، چھوٹی اور بڑی حاجتیں صرف اللہ ہی سے مانگا کرو، اسی کے سامنے دست سوال در راز کرو اور اسی ہی کے سامنے اپنی دلی تمنائیں اور قلبی آرزویں پیش کرو، اللہ تعالیٰ جو حکم الخاکین اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کا معاملہ دنیوی بادشاہوں کا سا نہیں ہے کہ اس سے صرف بڑی چیزیں مانگی جائیں اور چھوٹی چیزیں نہ مانگی جائیں کیونکہ یہ ان کے شان کے خلاف تصور کیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ چونکہ سب کا کار ساز ہے اس لئے چھوٹی بڑی ہر چیز اسی سے مانگی چاہیے اس کے سوانہ کوئی چھوٹی چیز دے سکتا ہے نہ بڑی۔

تحریک پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر

مددیر

پاکستان وہ خدادادِ مملکت ہے جس کی بنیادِ اسلامی نظام کے وعدے پر رکھی گئی۔ بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح اور ان کے ساتھی مسلسل بھی بات دہراتے رہے۔ قائدِ اعظم کی تقاریر، بیانات اور ایڈر ویوز میں بے شمار دفعہ یہ بات دہرائی گئی ہے کہ پاکستان کا آئین چودہ سو سال پہلے بن گیا تھا، پاکستان کا آئین قرآن ہے۔ ہم ایسا خطہ زمین کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اپنے مذہب، تہذیب اور تمدن کے مطابق زندگی گزار سکیں وغیرہ۔

قائدِ اعظم مسلم لیگ کی بھی وہ یقین دہانیاں تھیں جن کی وجہ سے علماء نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور مسلم عوام نے پاکستان کے نعرے کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ چنانچہ بر صغیر میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے پانچ اہم ترین بزرگوں میں سے چار نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا اور مسلم لیگ کے ساتھ مل کر قیام پاکستان کے حق میں تحریک چلائی۔

سرپرست دارالعلوم دیوبند: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی ٹھانوی
مہتمم دارالعلوم دیوبند: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند: حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب
مفتق اعظم دارالعلوم دیوبند: حضرت مولانا مفتق محمد شفیع صاحب

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدینی نے مطالبہ پاکستان کا ساتھ نہیں دیا، دیگر چاروں حضرات نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں بیانات جاری کئے۔ پورے بر صغیر کے دورے کئے، جگہ جگہ تقاریر اور جلسوں سے مسلم عوام کی ذہن سازی کر کے انہیں پاکستان کی حمایت میں کھڑا کیا۔ پاکستان میں شمولیت کے حوالے سے جب سہلث اور سرحد میں ریفرنڈم ہوا تو قائدِ اعظم کے کہنے پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) کا اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے صوبہ سہلث کا دورہ کیا اور یہ ریفرنڈم جیت کریے صوبے پاکستان کو دیے۔

قائد اعظم کی جانب سے بھی ان حضرات کی خدمات کو سراہا گیا۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد جب پہلی پرچم کشائی کی تقریب کا موقع آیا تو قائد اعظم ”کے حکم پر مغربی پاکستان میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اور مشرقی پاکستان میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھوں پرچم کشائی کرائی گئی۔

قیام پاکستان کے بعد بھی علماء اور دینی طبقات ہمیشہ استحکام پاکستان کے لیے کوشش رہے اور ہر اہم موقع پر پاکستانی عوام کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ بد قسمی سے آج پاکستان کو اسی دارالعلوم دیوبند کے بیٹھوں کی قتل گاہ اور قبرستان بنایا جا رہا ہے لیکن زمانہ گواہ ہے کہ ہم نے لاشیں سڑکوں پر رکھ کر دھرنے نہیں دیے۔ یہ ملک ہمارا ہے اور ہر قربانی دے کر بھی ہم استحکام پاکستان اور نظریہ پاکستان کے لیے کام کرتے رہیں گے۔

ہم اس ملک میں نظریہ پاکستان کی سرفرازی اور آئین پاکستان کی عملداری دیکھنا چاہتے ہیں۔ افسوس کہ بااثر طبقات اور قانون ساز اداروں میں بیٹھے لوگ ذہنی اور قلبی طور پر پاکستانی نہیں۔ وہی یہاں آئین کی حکمرانی نہیں چاہتے آئین کی اسلامی شقتوں پر عمل درآمد کی راہ میں بھی اصل رکاوٹ ہیں اور یہی آئین کے باعث ہیں۔

ضرورت ہے کہ آئین اور قانون میں مہیا کردہ راستوں سے ان کا احتساب کیا جائے، انہیں عدالتی کٹھرے میں کھڑا کیا جائے۔ تمام کرپشن، لوٹ مار، بد امنی، ماروانے عدالت قتل اور لوگوں کو غائب کرنا بھی انسانیت سوز جرائم انہی کے غیر انسانی طرز زندگی کے مظاہر ہیں۔

اس سبکی کے فلور پر ان کی حیا باختہ اور غیر قانونی حرکات بیان کی جاتی ہیں اور کئی ارکان پارلیمنٹ صحافیوں کے سامنے ان کی تصدیق بھی کرتے ہیں، ملک کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہو گی!۔

ہم ہر ہر قانونی سطح پر ان کا راستہ روکنا اور عوام کو یہاں کرنا قومی فریضہ سمجھتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمارے ہتھیار صرف ”قلم اور کردار“ ہیں، کہ ہمارا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔

سانحہ تعلیم القرآن راولپنڈی اور مطالبات

ادارہ

دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے 1940 میں پرانا قلعہ کی جامع مسجد حنفیہ میں رکھی۔

دارالعلوم کی موجودہ وہ عمارت تقسیم ملک سے پہلے ہندوؤں کا ایک مذہبی ادارہ تھا۔ 1947 میں جب ادارہ کے مالکان نے ترک وطن کا ارادہ کیا تو اس خیال کے پیش نظر کہ ایک مذہبی ادارہ کو بہر حال ایک مذہبی ادارہ ہی رہنا چاہیئے تو انہوں نے یہ جانبیہ اد شیخ القرآن کے حوالہ کر کے ان کے نام منتقل کر دی۔ جہاں حضرت شیخ القرآنؒ نے وسیع و عریض مسجد اور دارالعلوم تعمیر فرمایا۔ اسی طرح ہندو جو گیوں کی تربیت گاہ، اللہ کی رحمت سے قرآن و حدیث کے پیاسوں اور توحید و سنت کے متواuloں کی نہ صرف تربیت گاہ بنی بلکہ موحدین کے مرکز کی حیثیت اختیار کر گئی۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی دینی، قرآن، توحید و سنت اور ملکی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں

دارالعلوم تعلیم القرآن اعلائے کلمۃ اللہ اور حق کے بول بالا کے لیے اٹھنے والی تحریکوں کا ہمیشہ مرکز رہا۔ لیکن بد قسمتی سے دس محرم الحرام ۱۳۵۵ھ یوم عاشوراً اور جمعۃ المبارک کا دن تھا کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت اہل تشیع کا ماتمی جلوس راجہ بازار پہنچا اور کچھ مسلح افراد دارالعلوم تعلیم القرآن میں داخل ہو گئے اور ان میں شامل کچھ شرپسند عناصر نے پولیس سے گئیں چھین کر اندر ہادھند فائرنگ کر کے نہتے نمازوں اور مخصوص طلباء کو شہید کر دیا اور مسجد و مدرسہ اور اس کے نیچے واقع کلا تھمار کیسٹ کو پڑوں چمزک کر آگے گا دی۔ کچھ فسادیوں کے ہاتھوں میں لو ہے کے رائے، خبر، چھریاں اور بر چھیاں تھیں جس سے انہوں نے مسجد میں موجود سنی مسلمانوں پر ہلاہ بول دیا جس کے نتیجے میں بھی کچھ افراد شہید ہو گئے۔



پاکستان کے تقریباً تمام مکاتب فکر تعلیم القرآن کے ساتھ فاجعہ پر ابھی تک سراپا احتجاج ہے خصوصاً علمائے دینوبند کی نمائندہ تمام جماعتیں احتجاج میں پیش پیش ہیں اور دارالعلوم تعلیم القرآن پر حملہ ملک کے تمام مدارس پر حملہ کے متراوٹ تصور کرتے ہیں۔

لیکن افسوس کے حکومت اور انتظامیہ کی طرف سے علماء کے ساتھ ساتھ راولپنڈی کے بارے میں جو وعدے ہوئے تھے اور جو مطالبات مان لیے گئے تھے وہ تقریباً اب تک التواء کے شکار ہیں۔

ابھی تک مجرموں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا گیا نہ تاجرلوں کے تین سے چھ ارب نقصان کی تلافی کے لیے کچھ معقول اقدامات کئے گئے اور نہ سنجیدگی کے ساتھ تعلیم القرآن کی تعمیر اور نقصان کی تلافی ہو رہی ہے۔ لہذا ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت اور انتظامیہ اس حوالے سے سنجیدگی سے کام لے اور عملی اقدامات شروع کریں۔ (ادارہ)

تہجد اور شب بیداری

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَيِّدُ الْنَّبِيِّينَ ﷺ يَقُولُ إِنَّ فِي النَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُؤْفِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْتَكُلُ اللَّهُ فِيهَا خَيْرًا فِي أَمْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ إِلَّا أُعْطَاهُ وَذَلِكَ كُلُّ نَيْلٍ (مسلم)
سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رات میں ایک گھری ہے۔ اگر اس میں کوئی مسلمان، دین دنیا کی بھلائی کی کوئی دعماً نگے تو خداوند تعالیٰ اس کو عطا فرمادیتا ہے اور یہ گھری اور وقت ہر رات ہوتی ہے۔
تشریف: شب بیداری کے لغوی معنی "رات کو جانے" کے ہیں مگر یہ "رت جگا" دنیاوی ضروریات یا مقاصد کے لیے نہیں اور نہ ہمیشہ اور ساری رات کا جاننا ہے جس سے دن کے معمولات متاثر ہوں۔
شب بیداری کا اصل مفہوم یہ ہے کہ رات کے کچھ حصے میں بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عبادت کی جائے، اس سے گناہوں کی معافی مانگی جائے اور اس سے مغفرت اور رحمت طلب کی جائے۔

اہمیت و مقام سنت

قاری لقمان احمد

جس طرح توحید و شرک کی پیچان کے بغیر ایمان، ایمان نہیں رہتا اسی طرح سنت و بدعت کے امتیاز کے بغیر عمل اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِلَيْهِ يَصُدُّ الْكَلْمُ الظَّلِيلُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ
[فاطر: ۱۰]

”اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ کلمات (توحید) چڑھتے ہیں اور (سنت کے مطابق) نیک عمل بلند ہو کر

شرف قبولیت پاتے ہیں۔“

اس اہمیت کی بناء پر اللہ اور رسول ﷺ نے بیان توحید و در شرک کے بعد جتنا زور استمساک بالسنۃ اور رد بدعت پر دیا ہے شاہد ہی کسی اور مسئلے پر دیا ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا و محبت کو نبی پاک ﷺ کی تابعداری میں محصر کر دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوهُ نَيْرِ حِبْكُمُ اللَّهُ
[آل عمران: ۲۱]

”ان سے کہوا اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری راہ چلو یعنی میری تابعداری کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

اگر کوئی اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے یا محبت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے نبی کریم ﷺ کی سنت کی تابعداری کرنا لازمی ہے کیونکہ نبیؐ کی تابعداری اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے کے بغیر کوئی اللہ اور رسول ﷺ کا محبوب نہیں بن سکتا۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کا معیار:

آج کل اکثر لوگ نبی ﷺ کی محبت کے بڑے بڑے دعوے کرتے، اپنے آپ کو محبانِ رسول ﷺ اور عاشقانِ رسول ﷺ کے نام سے موسوم پھرتے ہیں۔ جبکہ ان کی شکل و صورت، قول و فعل اور ہر کام نبی کریم ﷺ کی سیرت اور سنت کے خلاف نظر آتا ہے۔ وہ نبی ﷺ کی سنت کے مقابل میں اپنے بنائے

ہوئے طریقوں، بدعاں اور سمات پر کاربند ہیں۔ اس لیے ان کا یہ دعویٰ سراسر غلط، جھوٹ اور دھوکہ ہے۔

مشہور حنفی مفسر امام نسفي نے تفسیر مدارک میں سورۃ ال عمران: ۳۱ (قُلْ إِنَّ كُنْتُمْ تُحْبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّنِكُمُ اللَّهُ) کے تحت لکھا ہے۔

فَنِّينَ أَدْعُنُ مُحَبَّتَهُ وَخَالَفَ سُنَّةَ رَسُولِهِ فَهُوَ كَذَّابٌ وَكِتَابُ اللَّهِ يُكَذِّبُهُ
”جونی کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہوا اور (عمل میں) آپ ﷺ کی سنت کی مخالف ہوتا ہے۔ آدمی اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اسے جھوٹا کہتی ہے۔“
پھر لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ سے محبت کے کہتے ہیں؟

هِيَ اِتَّبَاعُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَأَخْوَالِهِ
”نبی ﷺ سے محبت اصل میں آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال میں تابعداری کرنے ہے۔“
یہ ہے اصل محبت اور حقیقت محبت۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دعویٰ تو محبت کا ہوا اور کام محبوب کے مرضی کے خلاف جو دل میں آئے کرتے رہیں۔ بقول شاعر

إِنَّ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا كَطْعَتَهُ لَا نَأَنَّ الْمُحِبَّ لِنَ يُحِبُّ مُطْبِعًّ
اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو تم (اپنے محبوب) کے ضرور تابعدار ہوتے۔ کیونکہ قانون یہ ہے کہ محب (محبت کرنے والا) اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

خود صاحب نبوت محبوب دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

مَنْ أَحَبَّ سُنْنَتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَمَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةَ

[مسئلہ باب اعتقاد بالكتاب والسنۃ]

”جس نے میری سنت (طریقے) سے محبت کی پس یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔“

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؐ سو فیصد سنت کے تابعدار ہونے کی وجہ سے حقیقی محبانِ رسول ﷺ تھے۔ وہ ذرا برابر بھی سنت تو سنت مستحب عمل کو بھی چھوڑنے کو تیار نہ تھے، جن کی مثالوں سے صحابہ کرامؐ زندگیاں بھری پڑی ہیں۔

اسی طرح کا ایک واقعہ نبی کریم ﷺ کے بڑے جاثر صحابی سیدنا حذیفہ بن یمانؑ کا ہے، جو رازدار نبی کے لقب سے مشہور ہیں، جب مسلمانوں نے کسریٰ ایران پر حملہ کیا تو کسریٰ نے مذاکرات کی پیش کش کی۔ سیدنا حذیفہؓ اور ان کے ساتھی سیدنا ربعی بن عامرؓ دربار میں گئے تو ان کی خاطرمدارت کے لیے کچھ کھانے پینے کی اشیاء بھی لائی گئیں۔ کھانے کے دوران حذیفہؓ کے ہاتھ سے ایک نوالہ زمین پر گرد پڑا تو فوراً حدیث یاد آگئی۔

إِذَا وَقَعْتُ لُقْبَةَ أَحَدٍ كُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيَبْعُظْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذَى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدْعَ عَهَا

لِلشَّيْطَانَ [ترمذی]

”اگر کھانے کے دوران تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گرجائے تو اسے چاہیے کہ وہ لقمہ اٹھالے اور اس کے اوپر کوئی چیز مٹی وغیرہ لگی ہو تو اسے صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔“ چنانچہ انہوں نے نواں کو زمین سے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو ساتھ پیٹھے ہوئے شخص نے کہنی ماکر کہا کہ اس وقت ایسا مامت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس کام پر تمہاری ناقدری اور بے عنقی کریں۔ کیونکہ اس وقت مصلحت کا تقاضا کچھ اور ہے۔ انہوں نے یہ بات اس لیے کی کہ اس وقت ایرانی تہذیب، اپنی نزاکت و نفاست اور صفائی سترہائی میں بڑی مشہور تھی۔ جواب میں حذیفہؓ نے فرمایا: {أَتُؤْكُفُ سَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ لِهُوَ لَاءُ الْحَمَّقَاءِ} ”کہ کیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت ان احمقوں کی خاطر چھوڑ دوں۔“

یہ ہے صحابہ کرامؐ کی شدتِ اتباع، کہ وہ ایک ایک سنت اور مستحب کی اتنی پابندی کرتے تھے۔ افسوس آج ہم اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کہتے ہوئے کتنی بڑی بڑی سنتوں کو چھوڑ رہے ہیں اور کس حد تک سنت کی مخالفت میں بٹلا ہیں۔

نبی ﷺ کی تابعداری فرض ہے:

اللَّهُ تَعَالَى نے ہم پر نبی کریم ﷺ کے اسوئہ حسنہ، سیرت اور سنت کی تابعداری ایسی ضروری اور فرض کر دی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہم پر فرض اور ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ [نساء: ٥٩]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرو اور رسول اللہ کی بھی تابعداری کرو۔“

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنْ تَوَلُّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ [آل عمران: ٢٢]

”إن سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی تابعداری کرو۔ اور اگر یہ پھر جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں (اطاعت کے منکروں) سے محبت نہیں کرتا۔“

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی اطاعت اور تابعداری کو اپنی اطاعت اور تابعداری کہا ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ [نساء: ٨٠]

”جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت (تابعداری) کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تابعداری کی۔“ اور یہ کیوں نہ ہو جکہ آپ ﷺ کے مجموعت کردہ رسول ﷺ ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا [بقرة: ١١٩]

”هم نے آپ ﷺ کو حق بیان کرنے کے لیے، مانند و تابعداری اور اطاعت کرنے والوں کو کامیابی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور نہ ماننے والوں کو جہنم اور ناکامی سے ڈرانے والا بنائے ہے۔“

حدیث شریف میں بھی آتا ہے

مَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللَّهَ [مشکوٰۃ]

”جس نے محمد ﷺ کی تابعداری کی تو اس نے اصل میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

یہی تابعداری و اطاعت رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد ہوتا ہے یعنی انبیاء اس لیے بھیجے گئے ہوتے ہیں کہ لوگ ان کی تابعداری کریں چنانچہ ارشاد ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا يُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ [نساء: ٦٥]

”هم نے کوئی رسول نہیں بھیجا گر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے۔“

مطلوب یہ کہ رسول ﷺ کی تابعداری کے بغیر ہمارے لیے کوئی چارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہماری نسبت رسول ﷺ ہی بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم امتیوں کو آپ ﷺ کی سنت کا پورا پابند بنایا گیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [احزاب: ٢١]

”بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کو بہترین اور اعلیٰ نمونہ زندگی قرار دے کر ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم ہر معاملہ، نشست و برخاست اور ہر قسم کی غمی، خوشی کے معاملات میں آپ ﷺ کے

کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اسی میں امت کے لیے خیر و برکت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي هَذِهِ عِرْقَادُوْهَا إِنَّ اللَّهَ وَالرَّسُولَ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْأَخِرِ طَذِيلَكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا [نساء: ٥٩]

یعنی اگر تمہارا کسی کام میں اختلاف پیدا ہو جائے کہ اس میں کو ناطریقہ درست ہے، کو ناسا کام دین اور کو نسی بے دینی ہے، کو ناطریقہ سنت کا ہے اور کو ناسانت کے خلاف۔ اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہو تو یہ جھگڑا اور اختلاف اللہ اور رسول ﷺ یعنی قرآن اور سنت کی طرف لے جاؤ اور اس میں اس کا حل تلاش کرو تو اس سے تم صحیح راستے پر چل کر اس اختلاف کو ختم کر پاؤ گے۔ اور ایسا کرنا یعنی سنت پر چلنا تمہارے لیے اچھا ہے اور انعام کے اعتبار سے بہتر ہے۔ الغرض سنت پر عمل کرنے سے ایک توانیا وی فائدہ ہے، انسان اسراف و فضول خرچی وغیرہ مالی نقصان سے بچ جاتا ہے اور دوسرا آخرت میں ثواب مل جانے سے انسان عذاب سے بچ جاتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

تَرَكْتُ فِينِكُمْ أَمْرَيْنِيْنِ لَكُنْ تَضَلُّوا مَا تَكْسِيْنُتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ [مشکوٰۃ]

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر ان کو مضبوطی سے تھا میر کھو گئے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت۔“

دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ نقل ہیں

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قدْ تَرَكْتُ فِينِكُمْ مَا إِنْ اغْتَصَسْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضَلُّوا أَبَدًا كِتَابُ اللَّهِ

وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ [مستدرک حاکم: ۱/ ۹۳]

”اے لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز مگر اونہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اُس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔“
ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ:

مَنْ أَكَلَ طَيْبًا وَعَمِلَ فِي سُنْنَةٍ وَأَمِنَ النَّاسَ بِوَآرْقَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ [ترمذی، مشکوٰۃ]
”جس نے حلال کھایا اور سنت طریقہ پر عمل کیا اور لوگوں کو اپنی ایذا سے بچائے رکھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہ عمل مقبول ہے جس پر نبی کریمؐ کی سنت کی مہربت ہو یعنی نبی کریم ﷺ کی سنت طریقہ کے مطابق ہو۔ قرآن پاک کا ارشاد اس پر گواہ ہے۔
إِلَيْهِ يَصْعُدُ الْكَلِمُ الْطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يُرْفَعُ [فاطر: ۱۰]

”اللہ کی طرف پاکیزہ کلمات (توحید) چڑھتے ہیں اور (سنت کے مطابق) نیک عمل بلند ہو کر شرف قبولیت پاتے ہیں۔“

لہذا ہمیں بھیشیت مسلمان اور نبی کریم ﷺ کے امتی، زندگی کے ہر موقع اور ہر عمل میں سنت کا خیال رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اسی میں کامیابی اور کامرانی کا راز مضر ہے۔
اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنت کی محبت اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین
[ما خوذ از سبیل النہی لرد البدعہ]

مو لانا مفتی غلام اللہ صاحب کو صدمہ

جامعہ تبلیغ القرآن کے مدرس مولانا مفتی غلام اللہ صاحب کے والد محترم حضرت مولانا گل رحمان صاحب 24 فروری بروز پیر عارضہ فانچ لاحق ہونے سے انتقال کر گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون
مرحوم حضرات شیخین القرآن کے شاگرد تھے، چند ماہ پہلے سال کے تبلیغی سفر سے واپس آئے تھے۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائی علیہ میں جگہ عطا فرمائے اور پسمند گان کو صبر جیل عطا فرمائے۔
آمین۔ ادارہ ان کے پسمند گان کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے۔

نبوی اسلوب دعوے

مفتی محمد ایاز

ہادی برحق ﷺ نے دعوت کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب الحین بتایا اور اس کی تاکید اپنی امت کو بھی کرتے رہے الغرض نبی کریم ﷺ کی پوری حیات طیبہ دعوت و تبلیغ سے عبارت ہے لیکن دعوت دین کے حوالے سے احکام قرآنی اور فرمودات نبوی ﷺ پر غور کر کے کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ ہادی برحق ﷺ نے دین کی دعوت پیش کرتے ہوئے کن امور کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا اور ہدف پر نظر جانے رکھنے کے ساتھ ساتھ ہدف تک پہنچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا۔ اگر ہم داعیِ اعظم ﷺ کے ذاتی اوصاف و کردار اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد اور رہنمائی، جو ہر وقت آپ کے ساتھ تھی، کے علاوہ اس دعوت کی کامیابی کی چند نمایاں وجوہات کا تعین کرنا چاہیں تو غالباً وہ درج ذیل ہوں گی۔

1. دعوت کی کامیابی کا لقین
 2. دعوتی عمل میں تسهیل اور تدریج
 3. دعوت کی جامعیت
 4. دعوت کے طریقے اور انداز
 5. مکمل منصوبہ بندی کا اہتمام
- آج بھی اگر امت کا خصوصاً دین دین اور تحریک اسلامی کے کارکن انہی امور کو مد نظر رکھ کر اپنی دعوت کو آگے بڑھائیں تو وہ کامیاب داعی ثابت ہو سکتے ہیں۔
- (1) دعوت کی کامیابی کا لقین:

اپنے مشن کی کامیابی پر جب تک کسی قائد اور داعی کو خود تینیں و اعتماد نہ ہو وہ جرأت، یکسوئی اور مستقل مزاجی کے ساتھ نہ خود اس کے لیے کوشش رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے پیر و کاروں کو مجتمع رکھنے اور انہیں اس کے لیے قربانیاں دینے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ نبوی زندگی اپنے مقصد میں کامیابی کے بھرپور تینیں کی گواہ ہے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کی زندگی کے تین مختلف مراحل سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو صورت حال کچھ یوں نظر آتی ہے۔

* کمی دور میں:

آغازِ دعوت میں عموماً بے اعتنائی، غزوہ تمثیر اور پھر عملی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مراحل نبی کریم ﷺ کو بھی درپیش ہوئے۔ کم ہمت یا سطحی مقاصد رکھنے والے لوگ ان مراحل ہی سے گھبرائٹتے ہیں۔ عظیم مقاصد لے کر اٹھنے والی عالی ہمت ہستیاں ان کا مقابلہ مردانہ وار کرتی ہیں۔ لیکن جب اسی طرح کے حالات میں ایک طویل عرصہ گزر جائے اور خاطر خواہ کامیابی نہ ہو رہی ہو تو بڑے بڑے اولو العزم دل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ماضی کے جھروٹکوں سے جھانک کر ۱۰ انبوی کے ابتدائی مہینوں کے حالات کو دیکھا جائے تو آج بھی انسان کا دل بیٹھ بیٹھ جاتا ہے۔

دور بیوت کے خفیہ تبلیغ والے ابتدائی تین سال نکال دیے جائیں تو اعلانیہ تبلیغ کے آغاز کے چار ہی سال بعد وہ کیفیت پیدا ہو چکی تھی کہ مسلمان اور ان کے حمایتی شعب ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے اور تین سال کے انتہائی سخت حالات، مصائب اور آزمائشوں سے نکلتے ہی آپ ﷺ کا سب سے بڑا دنیاوی سہارا ابوطالب مرض وفات میں گھر پکا تھا اور ابوطالب کے انتقال کے بعد وہ حالات پیدا ہونے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس مکہ سے باہر کوئی جائے قرار ڈھونڈنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابوطالب کے انتقال کے تین ماہ بعد ہی آپ ﷺ کو ایک موہوم امید لے کر سفر طائف اختیار کرنا پڑا۔ شعب ابی طالب کی آزمائش کے فوراً بعد ابوطالب کے مرض وفات میں گھر جانے پر قریش کا وفد آخری مرتبہ ابوطالب کے پاس آیا اور نبی کریم ﷺ کو تبلیغ دین سے روکنا چاہا۔ ان حالات کے پس منظر میں قریش کے اس وفد کو نبی کریم ﷺ نے جو جواب دیا بن اسحاق کی روایت کے مطابق کچھ یوں تھا۔

”آپ لوگ صرف ایک بات مان لیں جس کی بدولت آپ عرب کے بادشاہ بن جائیں گے اور جنم آپ کے زیر نگلیں آجائے گا۔“ ابو جہل نے کہا: ”اچھا بتاؤ تو وہ بات ہے کیا؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آپ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں اور اللہ کے سوا جو کچھ پوچھتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔“ [الرجیح المختوم: ۱۶۳، ۱۶۴] معلوم ہوا کہ ایسے ظاہر دل شکن حالات میں بھی نبی کریم ﷺ کو پہنچنے یقین تھا کہ یہ کلمہ بالآخر دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔ اس سے بھی پہلے قریش مکہ کے ظلم و ستم کی انتہا پر آپ ﷺ نے خباب بن ارت گوجواب دیا تھا کہ وہ بھی تاریخ نے محفوظ کر لیا۔

بخاری شریف میں ہے، اللہ پاک ضرور بالضرور اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا تم لوگ دیکھ لو گے کہ اکیلا سوار صنائع مکن سے حضرت موت تک آئے گا۔ سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے (خوف و ہراس) اس کے دل میں نہ ہو گا۔ اتنا اضافہ اور بھی ہے ”اور نہ بھیڑیے سے اپنی بکری پر خوف کرے گا۔“ [حیات الصحابة: ۳۰۵]

* دوران هجرت:

شعب ابی طالب کے مرحلہ کے فوراً بعد ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات اور پھر طائف کا واقعہ پیش آیا اور پھر حالات ایسے بن گئے کہ کسی بھی لمحہ آپ ﷺ کو قتل بھی کیا جاسکتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے کچھ جان ثاروں کو جوشہ پہنچ چکے تھے۔ بقیہ میں سے ایک بڑی تعداد کو مدینہ پہنچا چکا تھا۔ قریش کی آنکھ سے نیچ کر آپ ﷺ رات کی تاریکی میں مدینہ کے لیے نکل پڑے۔ آپ ﷺ اپنے انتہائی عنیز شهر کو چھوڑ کر جانے پر مجبور تھے۔ راستے بدلت کر غار ثور میں پناہ لیتے ہوئے، لق و دق صحراء میں تقریباً انتہا اور نہتہ ہی موسفر تھے۔ ایسے میں جب سراقتہ آپ ﷺ کو پکرنے کی نیت سے بالکل سر پر پہنچ جاتا ہے لیکن پھر اسے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرمرا ہے تو اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دی جائے۔

حالات کے اس پس منظر اور بے سروسامانی کی اس مہاجرانہ کیفیت میں آپ ﷺ کا سیدنا ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ کے ہاتھ سے سراقتہ کو امن نامہ تحریر کروانے کے منظر کو چشم تصور سے دیکھا جائے تو انسانی عقل، کامیابی کے مضبوط یقین پر دنگ رہ جاتی ہے۔ کہ یہاں بھی نبی کریم ﷺ کو اپنی کامیابی اور اس علاقوں پر غلبہ کا پورا پورا یقین ہے۔

★ مدینی دور کے نام ساعد ترین حالات میں:

نبی کریم ﷺ اور مہاجر صحابہ کرامؐ کی مدینہ آمد کے بعد ۲۵ھ میں غزوہ بدر، ۳۴ھ میں غزوہ احمد اور پھر ۴۵ھ میں غزوہ خندق کا معرکہ ہوا اور اگر مزید تھوڑا سا غور کر کے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو معلوم ہو گا کہ ہجرت اور غزوہ بدر، غزوہ احمد اور غزوہ خندق ہر تینوں وقوف کے درمیان آٹھ آٹھ غزوات و سرایا مزید پیش آئے۔ خندق کے بعد کے غزوات و سرایا ان کے علاوہ ہیں۔ خندق کا معرکہ وہ معرکہ ہے جس میں مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دلانے کے لیے کفار، مشرک، یہودی اور منافقین ہر ایک سے جو کچھ بن پڑ سکتا تھا، انہوں نے کرڈا تھا اور مسلمانوں کو محصور ہو کر محض دفاع پر اکتفا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کئی کئی وقت صحابہ کرامؐ اور نبی اکرم ﷺ فاقہ سے رہتے۔ صحابہ کرامؐ اور نبی ﷺ کی نمازیں تک قضا ہو گئیں۔ اس انتہائی نازک موقع پر حلیف یہودیوں کی بغاؤت نے اور یہجانی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ یہودی قبیلہ بنو قریظہ جو مسلمانوں کا معاہد قبیلہ تھا اور مدینہ کے اندر ہی آباد تھا، اس کی بد عہدی کی اطلاع پر آپ ﷺ کی کیفیت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھک لیا اور دیر تک چت لیٹے رہے۔

[الرجیح المختوم: ۳۳۰]

ان حالات میں بھی آپ ﷺ کو اپنے مقصد اور اس دعوت کی کامیابی کا یقین کامل تھا اور آپ ﷺ نے جزیرہ نماے عرب ہی نہیں شام، فارس اور یمن کی فتح کی خوش خبریاں، اس غزوہ کے آغاز سے پہلے خندق کی کھدائی کے دوران ہی میں سنادی تھیں اور غزوہ کے بعد تو آپ ﷺ نے گویا اعلان فرمادیا کہ: ”اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے۔ اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔“ [بخاری، المغازی باب غزوۃ الخندق]

(2) دعوتی عمل میں تسهیل و تدریج کا طریقہ:

اسے آلاؤں فالاؤں اور آلۂم فالۂم کا اصول بھی کہا جاسکتا ہے یعنی جو چیز جتنی اولیت و راہیت کی حامل ہے اسے اتنی ہی فوقیت اور اہم حیثیت دی جائے اور اصل سے پہلے فروع اور حقیقت کے بجائے مظاہر پر زور نہ دیا جائے۔ یہ بات بظاہر بڑی سادہ اور معمولی محسوس ہوتی ہے لیکن تحریکوں کی زندگی میں بڑے بڑے فیصلوں کے صحیح یا غلط ہونے کا درود مدار اس اصول کو پیش نظر رکھنے یا نہ رکھنے پر ہوتا ہے۔ یہ اصول سامنے نہ ہوں تو جذبائی اور وضعی دلائل کی بنیاد پر فیصلے ہونے لگتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ اس حوالے سے بھی ناقابل تلقین حد تک کامل نمونہ ہے۔ اس نمونہ کی پیروی ہی میں تحریکوں، خصوصاً دینی تحریکوں کی کامیابی مضمرا ہے۔ اصل مقصود اور منزل کیا ہے؟ ان منصوبوں پر عمل درآمد کے لیے طویل المیعاد اهداف اور منصوبے کیا ہونے چاہئیں؟ اس کے لیے قلیل المیعاد اهداف اور منصوبے کیا ہوں؟ اصل مقصود حاصل کرنے کی راہ میں فوری اور مستقبل کی رکاوٹیں کیا ہو سکتی ہیں؟ ان کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ کن چیزوں کو موخر یا ان سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے؟ کن چیزوں پر قطعاً مدد اہانت اور سمجھوتہ نہیں ہو سکتا؟ کونے امور معمولی لیکن فوری اہمیت کے ہیں اور کون سے بہت اہم لیکن مستقبل میں انجام دیئے جانے والے ہیں؟ حکمت عملی سے متعلق یہ اور اس طرح کے اور بہت سے سوالات ہیں جن کو سامنے رکھ کر سیرت کا مطالعہ علیحدہ سے ایک تحقیق کا موضوع ہے۔ یہاں مخفف چند اشارے کر دینے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

* * کی دور میں رسول اللہ ﷺ کعبۃ اللہ میں بت رکھے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں نہ تو خود توڑا اور نہ صحابہ کرامؐ کو توڑنے کا حکم دیا، کیونکہ اس وقت اہم مسئلہ بتوں کو توڑنے کا نہیں تھا بلکہ دلوں پر پڑے ہوئے تالے توڑنے کا فرضیہ در پیش قاتا تھا کہ جب یہ دل فتح ہو جائیں تو یہ خود ان بتوں کو توڑنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

* * بت شکنی آپ ﷺ کے پروگرام کا ایک لازمی حصہ تھی لیکن آپ نے کمی دور میں یہ کام نہ کیا۔ حالانکہ ظاہر میں لوگ کہہ سکتے تھے کہ اللہ کا رسول موجود ہوا اور کعبۃ اللہ صنم خانہ بنار ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ بلکہ آپ ﷺ نے تو صلح حدیبیہ کے اگلے سال جب ذی قعدہ ۷ھ میں عمرہ ادا کیا اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو ہزار جان شمار موجود تھے۔ قریب ہی وادی یا نجح میں تمام سماں جنگ محفوظ تھا۔ عمومی تواریں تو ساتھ موجود ہی تھیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اس موقع پر بھی بتوں

کو گرانے یا توڑنے کا کام نہیں کیا۔ ہاں جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ نے بت گردیئے، تصویریں مٹا دیں اور رکعہ کو واقعی کعبۃ اللہ بنادیا۔

* الا هم فالا هم کا اصول سامنے نہ ہو تو غزوہ بدر کے بعد یہودی سردار کعب بن اشرف اور غزوہ خندق کے بعد ایک اور یہودی سردار سلام بن ابی الحقیق کا قتل اور انداز قتل اور یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے تمام بالغ افراد (جن کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی) کا ایک وقت قتل محض ایک انتقامی کارروائی محسوس ہوتی ہے جبکہ یہ اصول نظر کے سامنے ہو تو یہ سارے اقدام مبنی پر انصاف ہی نہیں ہیں میں حکمت کا تقاضا معلوم ہوتے ہیں۔ تدریج کا یہی وہ اصول ہے جو سیدنا معاذ بن جبلؓ کو یمن سُبْحَةَ وقت آپ ﷺ نے بتایا کہ:

تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے تو ان کو پہلے یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، جب وہ یہ مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ [زکوٰۃ] فرض کیا ہے۔ یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دلایا جائے۔
[بخاری کتاب التوحید]

* اسی طرح شراب اور سود کی بندش کا معاملہ ہو یا نمازوں و جہاد کے فرائض کی ادائیگی، یہ اصول ہر جگہ نظر آتا ہے کہ تربیت اور ترغیب کا معاملہ بتدبر تک ہو اور پھر اس کا نفاذ پوری قوت اور بڑے بھرپور انداز سے کیا جائے۔

(3) دعوت کی جامیعت:

نبی اکرم ﷺ کے طریق دعوت کی ایک اہم خصوصیت اس کی جامیعت ہے۔ دعوت زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے، فرد و اجتماع، ہر ایک کی اصلاح کے ہمہ گیر پروگرام کی حامل ہے اور اس میں دعوت کے تمام معقول اور قابل عمل طریقوں کو اختیار کرنے کی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔

* زندگی کے ہر پہلو کو محیط:

تاریخ کے مختلف ادوار میں، مختلف معاشروں میں طرح طرح کی اصلاحی تحریکیں برپا ہوتی رہیں ہیں۔ یہ تحریکیں سیاسی، معاشری اور شفاقتی بھی رہی ہیں اور مذہبی، اخلاقی اور روحانی بھی۔ دین اسلام کی دعوت

پر ذرا غور کریں تو یہ دعوت، سیاسی بھی ہے اور معاشی بھی، شفافیتی بھی ہے اور عائلی بھی، مذہبی بھی ہے اور اخلاقی بھی، روحانی بھی ہے اور جہادی بھی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام میں یہ تمام امور نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل و تقویت کا باعث بھی ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

سیدنا ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پوری سچائی اور ایمان داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا [سنن ترمذی، ابواب الحبیع]
اس حدیث مبارکہ میں تجارت کے کام کو جو بظاہر خالصتاً ذاتی مفتخر ہے اور دنیاداری کا کام اور ایک معاشی سرگرمی ہے، مذہبی، اخلاقی اور روحانی اہمیت کا حامل بھی بنادیا گیا ہے اور اسے مذہبی و اخلاقی امور سے متعلق بھی کر دیا گیا ہے۔

زندگی کے ہر پہلو سے متعلق مجرم صادق ﷺ کے احکامات کا اندازہ مجموع احادیث کی کسی بھی کتاب کا جائزہ لینے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ”معارف الحدیث“ ہی پر نظر دوڑائی جائے تو ایمان و اخلاق، جن کی درستگی اور تکمیل کے لیے آپ ﷺ معمول ہوئے یا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جو کہ دین کے بنیادی اركان ہیں یاد عوت و جہاد جو کہ دین کی امتیازی شان ہیں، کے علاوہ عام زندگی کے حوالے سے آپ ﷺ نے جو بدایات امت کو دیں ان کے عنوانات میں سے کچھ یوں ہیں:

قضاء حاجت اور استجابة متعلق ہدایت، وضو اور اس کے فضائل و برکات، غسل جنابت کا طریقہ، تیم کا حکم، ذکر اللہ کی عظمت و برکت، ماں باپ کی ابتدائی ذمہ داریاں، ماں باپ کے حقوق، اہل قرابت کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق، کمزور اور حاجت مند طبقوں کے حقوق، اسلامی برادری کا باہمی تعلق، عام مخلوقات کے ساتھ بر تاؤ، آداب ملاقات، آداب مجلس، لیٹنے، سونے اور بیٹھنے کے بارے میں ہدایات، کھانے کے آداب، پینے کے آداب، لباس کے احکام و آداب، ستر اور پردہ کے بارے میں ہدایات، نکاح و ازدواج اور اس کے متعلق، معاشی معاملات، زراعت و باغبانی، قرض سے متعلق ہدایات، خرید و فروخت کے متعلق احکام، ہدیہ تخفہ لینا دینا، حاکم و قاضی سے متعلق احکام، رشوت لینا دینا، جھوٹی قسم، خلافت و امارت کے متعلق احکام وغیرہ۔

[معارف الحدیث]

* فردو اجتماع، ہر ایک کی اصلاح:

معاشرہ اور ریاست میں فرد اور اجتماع کے باہم تعلق کے حوالے سے مختلف نظاموں اور نظریات نے مختلف انتہاؤں کے درمیان ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کسی نے فرد کی کلی آزادی اور خود مختاری کا نعرہ بلند کیا اور کسی نے اس کے متناسب بد دیکھ کر اپنی طبعی رہجان کی بناء پر اجتماعیت و اشتراکیت کے نظریات تخلیق کیتے اور کوئی پھر سرداری، بادشاہت اور اشتراکیت کے استبداد سے آزادی کے نعرے بلند پر انسانے لگے اور اب پھر انفرادیت (Individualism) اور کھلی منڈی کی معیشت (Open Market Economy) کے نام پر جس کی لاٹھی اس کی بھیں، بلکہ مارویا مر جاؤ کی پالیسی (Survival Of The Fittest) کا دور دورہ ہے اور جب تک اسلام کے آفاقتی والی نظام کو غالب اور مشکل حالت میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کر دیا جاتا شاید دنیا اور اس کے عقل پرست دانشور اسی طرح فتح بال بنے کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف لڑھکتے رہیں گے۔

اسلام نے مذکورہ بالا نظریات میں سے بہت سوں کی تخلیقیں و ترتیب سے صدیوں پہلے وہ نظام اور فلسفہ حیات پیش کیا جس میں فرد و اجتماع دونوں کی اہمیت بھی پیش نظر تھی، ان دونوں ہی کی اصلاح بھی مطلوب تھی اور ان کے درمیان بہترین توازن بھی پایا جاتا تھا۔
مثال کے طور پر:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُّرِبَّعِيرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَانَتِهَا قَتْلَ النَّاسَ جَحِيْنًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَتِهَا أَحْيَانَا النَّاسَ جَحِيْنَعًا۔
[مائدہ: ٣٢]

”جس نے کسی انسان کو خون کے بد لے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔“
انسانی جان کی اس قدر حرمت اور اہمیت، حقوق انسانی اور انفرادیت پسندی کا کوئی علم بردار بھی پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن اسلام کی تعلیمات کی شان تو از جی یہ ہے کہ حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں کی ادائیگی کا مطالبہ بھی ہوتا ہے چنانچہ اس سے اگلی ہی آیت میں معاشرہ کی اجتماعی اصلاح اور بہبود کے نقطہ نظر سے یہ بھی فرمایا گیا کہ:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقْتَلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُنْقَطَعَ أَيْدِيْهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خَلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ۔
[مائدہ: ٣٣]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد پر باکریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔“

یعنی انفرادی آزادی کو اجتماعی بگاڑ اور فساد کی حد تک قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایسا کرنا ایک کے مقابلے میں بہت سوں کی حق تلفی کرنے کے مترادف ہو گا۔

فرد و اجتماع دونوں کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ فرد، اجتماع و رہنمائی سب کی اصلاح بھی یہی وقت اور ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے پیش نظر ہتھی تھی۔ فرد کے ذاتی روحانی ارتقاء کے حوالے سے جہاں آپ ﷺ یہ رہنمائی فرماتے ہیں کہ:

”ہر چیز کی ایک صفائی ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے عذاب سے بچانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز ذکر الہی سے بہتر نہیں۔“ [مشکوٰۃ، کتاب الدعوات باب ذکر اللہ]

تو دوسرا طرف حقوق العباد کے انتہائی باریک اور لطیف پہلوؤں پر بھی آپ ﷺ نظر رکھتے اور اس حوالے سے ہدایات دیتے ہیں۔ ایک متفق علیہ حدیث جسے بخاری نے کتاب الظالمین میں درج کیا ہے، یوں ہے:

”سیدنا جبلہؓ کہتے ہیں سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ جب ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے [دوسرے لوگوں کے ساتھ عمل کر کھاتے وقت] دو بھوروں کو ایک ساتھ اٹھا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اجازت لے لے۔“

[الملوک و المرجان رقم ۱۳۲۶]

معاشرتی اصلاح کے لحاظ سے اگر اس پہلو پر غور کیا جائے کہ جن جرائم کو سخت ترین قرار دے کر ان پر ”حد“ کا نافذ کیا جاتا ہے وہ تمام جرائم وہ ہیں جو معاشرہ میں فساد کا موجب بنتے ہیں۔ یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عمل مجبور آ کیا جائے تو ان پر ”حد“ لا گو نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے بھی اسلام میں اولین حیثیت دراصل معاشرہ کی مجموعی صلاح و فلاح ہے۔ بھی وجہ ہے کہ سود، چونکہ معاشرتی، معاشرتی، دینی اور اخلاقی ہر طرح کے بگاڑ اور فساد کا سبب ہے اس لیے اس کی ممانعت قرآن و حدیث میں جتنے سخت الفاظ میں آئی ہے وہ الفاظ اور انداز کسی بھی اور جرم کے حوالے سے اختیار نہیں کیے گئے۔ بلکہ اس کام کو گویا

پورے نظامِ اسلامی سے باہر نکل جانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ پہلے تو اس کی کراہیت بتائی گئی اور اسے یہودیوں کے دو بڑے جرائم میں سے ایک بتایا گیا اور بالآخر سود کھانے والے کو ایسا شخص قرار دیا گیا جو شیطان کی لپٹ میں آکر خبطی ہو چکا ہو، ہمیشہ کے لیے جہنم میں جانے والا ہو اور جس کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کر دیا گیا۔

* دعوت کے لیے تمام معقول طریقوں کو اختیار کرنا:

نبی کریم ﷺ نے دین کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے جو طریقہ بھی استعمال کیا جا سکتا تھا اسے اختیار کرنے سے گریز نہیں کیا۔ مخاطبین کے لحاظ سے کئی قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں:
متفرق افراد:

آپ ﷺ نے لوگوں سے فرد افراد ارباطہ کر کے انہیں دین کی دعوت دی۔ ابتدائی دور میں لوگ اسی طرح مسلمان ہوئے۔ مثلاً سیدنا خدیجہؓ، سیدنا ابو بکرؓ وغیرہ۔ آپ ﷺ کی یہ سنت تاحدیات جاری رہی چنانچہ مدینی دور میں ایک مرتبہ یہودی نوجوان پیمار ہوا، آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اسے دین کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔
گروہوں کی شکل میں:

آپ ﷺ نے مختلف گروہوں کو مخاطب کر کے دین پیش کیا۔ قبائل کو بھی دعوت دی۔ اس کی ایک نمایاں مثال خاندان عبدالمطلب کو کھانے کی دعوت پر بلا کر انہیں دین کی دعوت دینا ہے۔
عوامی سطح پر:

آپ ﷺ نے ابلاغ عام کے پیش نظر کوہ صفا پر چڑھ کر یا صبایا کھا کا (ہائے صح) کی بانگ درا لگائی۔ اس طرح آج کی زبان میں انفرادی رابطہ، چہار دیواری کے اندر جلسہ اور جلسہ عام یہ تمام شکلیں، دین کی تبلیغ کے لیے نبی کریم ﷺ نے اختیار کیں۔
دور دراز کے لوگ:

جو لوگ مذکورہ بالا پہنچ سے دور تھے ان کو دین کی دعوت دینے اور دین سکھانے کے لیے آپ ﷺ نے افراد بھی بھیجے مثلاً سیدنا مصعب بن عمر کو مدینہ بھیجا اور مراسلات بھی روانہ کیے جسے آج کے دور میں سفارت کاری اور ذراائع ابلاغ کا استعمال کہا جا سکتا ہے۔

دین کی دعوت پہنچانے کے ان تمام طریقوں ہی کو حضور اکرم ﷺ نے اختیار نہیں کیا بلکہ بات پہنچانے کے جو جواندہ ہو سکتے تھے وہ بھی اختیار کیے۔

(4) دعوت کے تین طریقے اوانداز:

تبیغ و دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو بھی سکھائے گئے:

(۱) عقل و حکمت (۲) موعظہ حسنہ اور (۳) مناظرہ بطریق احسن۔ مسلمان متکلمین نے بیان کیا ہے کہ تبیغ و دعوت کے تین اصول وہی ہیں جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں یعنی برہانیات۔۔۔ خطابیات۔۔۔ جدلیات۔۔۔ جب ہم کسی کے سامنے کوئی نئی بات پیش کر کے اس کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں تو عموماً تین طریقے برتنے ہیں یا تو اس بات کے ثبوت اور تائید میں کچھ دل نشین دلیلین پیش کرتے ہیں یا اس کو خاصانہ نصیحت کرتے ہیں۔۔۔ یا اس کی دلیلوں کو مناسب طریقے سے روکر دیتے ہیں، اس کی غلطی کو اس پر واضح کرتے ہیں۔ پہلے طریقے کا نام حکمت، دوسرے کا موعظہ حسنہ اور تیسرا کا نام جداول بطریق احسن ہے۔ تبیغ و دعوت کے بھی تین طریقے ہیں۔

(5) مکمل منصوبہ بندی کا اہتمام:

بس اوقات مسلمان یقین کامل اور توکل علی اللہ کا غلط مفہوم لینے کی بناء پر کسی کام کی صحیح اور مکمل منصوبہ بندی نہیں کرتے اور ناکامی کی صورت میں اسے ”تقدیر کا لکھا“ کہہ کر حالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ یا پھر حقیقت پسند بنتے ہوئے ”زمینی حقائق“ (Ground Realities) کی بنیاد پر مادہ پرستانہ طرز فکر اختیار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اصل حقیقت پسندی یہ ہے کہ یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے لیکن اس پر گرفت مسبب الاسباب کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوی اسلوب دعوت میں یہ چیز ہمیشہ بڑی واضح طور پر نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہر لحاظ سے مکمل منصوبہ بندی کی، ہر خطرہ سے منٹنے کی تدبیر کی اور پھر اللہ سے مدد کے طلب گار ہوئے۔ مکہ سے مدینہ بھرت کا معاملہ ہو، غزوہ بدر میں جگہ کا انتخاب اور تیاریاں ہوں، غزوہ خندق میں خندق کھودا جانا، سیدنا نعیمؑ کی مہم یا بنو عطفان سے مصالحت کی تجویز ہو، فتح مکہ کی تیاریاں ہوں یا غزوہ تبوک کی مہم، غرض ہر موقع پر آپ ﷺ کی بہترین مفہومانہ صلاحیت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات بارکات پر کامل بھروسے کا بھی۔ (ماخوذ از اصول ادعوۃ اور دور حاضر میں دعوت دین)

امن کا حصول مگر کیسے...؟

ڈاکٹر دوست محمد خان

امریکہ، برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک سے لیکر افریقہ کے خانہ جگنی کے شکار ملک روانڈا تک اور اسرائیل سے لیکر بھارت تک اور بھارت کے پڑوسی پاکستان تک سبھی حکومتیں، جماعتیں، تنظیمیں، افراد اور اجتماع سب امن کی خواہش اور طلب و ضرورت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور اس کیلئے اپنے انداز سے کام اور کوشش بھی کرتے ہیں۔ اربوں کھربوں ڈالرز خرچ کئے جا رہے ہیں تاکہ امن قائم ہو جائے، لیکن امن ہے کہ قائم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں امن کو جب بھی خطرات لاحق ہوئے ہیں اُس کی چند اہم وجوہات میں سے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے دوری ہے۔ خاتم النبین ﷺ کی آمد سے پہلے عرب میں بالخصوص اور ساری دنیا میں بالعموم اقوام و قبائل کے درمیان جنگ و جدل کے نتیجے میں انسانیت تاریخ ہو چکی تھی۔

اس وقت کی دو بڑی طاقتیں روم اور فارس کے درمیان شام کے علاقوں کو اپنی کالونی میں تبدیل کرنے کیلئے پہم دست بہ گریبان تھیں۔ خود عربوں کے درمیان قبائلی لڑائیوں کی تعداد ایک سو بیس تک پہنچ چکی تھی۔

یونان کے اسکندرِ اعظم نے چار قبل مسیح میں دنیا کو فتح کر کے فاتح عالم کہلانے کیلئے مظلوم و مجبور انسانیت کو ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار کیا تھا۔ یہاں شاید اس بات کا ذکر، بہت ضروری ہے کہ اسکندر اُس شخصیت کا شاگرد تھا جس کو دنیا بہت اعلیٰ نظر سے دیکھتی ہے کہ اُس نے علم و فلسفہ کی ترویج میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ میری مراد اس طبع ہے، گویا اُس زمانے میں ان پڑھ جاہل تو تھے ہی نرے جاہل، پڑھنے لکھنے بھی دنیا کو فتح کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے ایام میں لوگوں نے دو بڑے مسائل جو اس وقت عربوں کو درپیش تھے، وہ امن اور بھوک کے مسائل تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو کائنات کے خالق و مالک کی عبادت کی دعوت دی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے

ذریعے بنی نوع انسان کے ان دو اہم اور بنیادی مسائل کے حل کیلئے ساری انسانیت کو اس گھر کے رب کی عبادت کی طرف بلا یا جسے حرم پاک کہتے ہیں۔ کیونکہ اُسی گھر کے رب نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کے خوف [بد امنی] کو امن میں تبدیل کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے معاشرے میں امن کے قیام کیلئے جو لائجے عمل اختیار کیا تھا اور امن و سلامتی کیلئے جس قدر حریص تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد بھی فرمایا تھا کہ آج بھی کوئی ایسا معاهدہ کرنا چاہے تو میں اُس کیلئے تیار ہوں اور ایسے معاهدے کے بد لے سو [۱۰۰] سرخ او نبیان بھی لینے کو تیار نہیں ہوں۔

ویسے یہ بہت اہم بات ہے اور ہمارے لئے اس میں بہت اہم سبق پوشیدہ ہے کہ جس طرح مکرمہ میں مظلوموں کے حقوق کے تحفظ کیلئے حلف افضل کے نام سے چند امن لپندوں نے مل کر ایک معاهدہ کا اعلان کیا تھا کہ ہم حرم پاک میں کسی کا حق غصب نہیں ہونے دیں گے کیونکہ حقوق کا ضیاع اور انصاف کے فقدان کی وجہ سے امن و امان کو خطرات لا حق ہوتے ہیں۔

کیا آج پاکستان کے دیہاتوں اور شہروں میں ایسے بے داع غر کرداروں لے افراد کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ مل کر گاؤں، محلے، یونین کونسل اور ضلع کی سطح پر امن کمیٹی تشكیل دیں۔ یہ کمیٹیاں خدا کو حاضر و ناظر جان کر بلا کسی تصب، جانبداری اور کسی قسم کے دباؤ کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور انسانیت کی خدمت کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھ کر کام کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے ثبت نتائج برآمدہ ہوں۔ ان کمیٹیوں کے ممبران میں اتنی جرات بھی ہوئی چاہئے کہ وہ ہر تحصیل و ضلع کی سطح پر تین حکاموں پر خصوصی نظر رکھیں کہ معاشرے میں زیادہ تر مشکلات ان کے کرتوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پتواری، پولیس اور کالے دھن کے مالک "سفید پوش" افراد، پتواری اگر زمینوں کے لیں دین و معاملات میں طرفداریاں اور شوت لینا چھوڑ دیں، پولیس اگر خداخوبی کے ساتھ اور اللہ سے اجر کی امید کے ساتھ معاشرے کے مظلوموں کا ساتھ دے او یہ امن کمیٹیاں ان کی مدد کریں تو دنیادیکھے گی کہ اسلامی معاشرے بہت جلد امن سے ہمکنار ہوں گے۔ معاشرتی اور سماجی انصاف کے بغیر امن کا نام لینا بھی فضول کام ہے۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ عالمی سطح پر امریکہ اربوں کھربوں ڈالر خرچ کرتا ہے کہ دنیا میں

امن قائم ہو جائے لیکن جب تک امریکہ مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشیر اور دنیا کے دیگر بعض سلکتے مسائل، افغانستان پر قابضانہ تسلط اور دنیا کے اقتصادی مسائل انصاف کے ساتھ حل نہیں کرے گا، دنیا میں ظلم بھی ہو اور امن بھی قائم ہو جائے یہ ناممکن ہے۔ لہذا اگر کسی کو امن کے قیام میں تھوڑی سی بھی دلچسپی ہے تو اُسے کم از کم اپنے دائرة اختیار میں عدل و انصاف کا ایسا بول بالا کرنا ہو گا جو نظر آسکے۔ زبانی جمع خرچ کی حد تک توہرانسان، قوم و ملک دعویدار ہے کہ میں بڑا انصاف پسند اور انصاف باشند والا ہوں لیکن انصاف وہ ہے کہ دشمن اور مخالف اُس کی گواہی دیں۔

دنیا میں انصاف، انبیاء علیمیو السلام اور بالخصوص خاتم النبین ﷺ نے جاری فرمایا ہے۔ آج قرآن کریم کی یہ آیات کریمہ جس کا نعم البدل دنیا کی کسی قوم کے پاس کسی آئین و دستور یا مذہبی دستاویزات میں نہیں پائی جاتی۔ اس کا نفاذ دنیا بھر کو امن کی ہمانت دینے کی ہمانت ہے۔ اس میں قرآن کریم پر ایمان رکھنے والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ”تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم انصاف نہ کر سکو، ہمیشہ انصاف کرو کہ یہ تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہے۔“

اس وقت ساری دنیا کو امن کے قیام کی سخت ضرورت بھی ہے اور ہر ایک ملک و قوم اس کی تلاش میں سخت سر گردالا ہے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانان عالم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ و کاملہ میں مکمل طور پر رنگ کر دنیا کو آپ ﷺ کی تعلیمات کی طرف مائل ہونے پر مجبور کر دیں۔

اس عظیم کام کیلئے ہمیں خود اپنے معاشروں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی سماجی و معاشرتی تعلیمات پر عمل کر کے ایک ایسا معاشرہ تشكیل دے کر پیش کرنا ہو گا جہاں انسان کو انسان سے خطرہ نہ ہو۔ جہاں ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے ساتھ با آسانی زندگی گزارے۔ جہاں ایک انسان دوسرے انسان کے پاتھ اور زبان کی اذیتوں سے محفوظ رہے۔

جہاں حکومتی سطح پر ایسے افراد ہوں جن کے انفرادی و اجتماعی اور ٹھنڈی سر کاری معاملات صاف و شفاف اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات و احکامات کے مطابق ہوں۔ جہاں امانت و صداقت کا رواج مضبوط بنیادوں

پر قائم ہو ایسے معاشرے کے افراد جہاں بھی جائیں گے، دنیا کے غیر جانبدار اور معتدل مزان ج لوگ ان سے متاثر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے قریب آئیں گے۔

مسلمان اس قسم کے معاشروں اور حکومتوں کی تشكیل و قیام میں کامیاب ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا مسلمان کی تعلیمات کو اخذ نہ کرے۔

آج سکنڈ دنیا کے ممالک میں بنیادی حقوق کے تحفظ کیلئے حضرت عمر فاروقؓ کے نام سے "عمر لاز (Umar's Laws)" نافذ ہو سکتے ہیں تو دیگر معاملات میں دنیا کے باقی حصوں میں اسلامی تعلیمات و احکامات کیوں مقبول نہیں ہو سکتیں۔ موجودہ دور میں اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ہم مسلمانوں کے اعمال اور سکنات و حرکات سے پہنچ رہا ہے ورنہ دنیا تو بہترین زندگی کے اصول اور گزارنے کیلئے پیاسی اور بے چین کھڑی ہے۔ دنیا میں بہت سارے لوگ اسلام کی روشن تعلیمات کا مطالعہ کر کے متاثر ہو جاتے ہیں لیکن اسلامی تعلیمات اور مسلمان معاشروں کے درمیان تضادات کو دیکھ کر چورا ہے میں حیران و پریشان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا مشہور نو مسلم سکالر ڈاکٹر محمد اسدؒ نے "اسلام چورا ہے پر" نامی کتاب (Islam at the cross roads) کے درمیان بھائی کی حالات کو دیکھ کر تو نہیں لکھی تھی؟

مسلمانوں کے درمیان شدید قسم کے نظریاتی اختلافات کے علاوہ آج برپاشدید قسم کی لڑایاں اور جنگوں کے کہیں دنیا کو اسلام کی طرف آنے میں مزاحم تو نہیں۔ آج دنیا کے تین بڑے اور آسمانی مذاہب یہودیت، عسائیت، اور اسلام مانے والوں کے درمیان سخت کلکش برپا ہے، کیا "فلکمیری و اٹ" نے بھی یہی محسوس کیا تھا جب انہوں نے لکھا کہ جب تک ان تین مذاہب کے درمیان بھائی کے تعلقات اُستوار نہیں ہوتے اس وقت تک دنیا میں امن قائم نہیں سکتا۔

ہم مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب تحریف سے پاک نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اور صرف اسلام ہے لہذا اس سلسلے میں پہلی ہمیں کرنا ہو گی کہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت "دین اسلام" اور اس کی امن کیلئے بہترین اور ناگزیر تعلیمات ہمارے پاس ہیں لہذا بوجہ ہمیں ہی اُٹھانا پڑے گا ورنہ دنیا میں بد امنی اور انسانیت کو درپیش مسائل کے حوالے سے ہم آخرت میں اللہ کو جواب دہ ہوں گے۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔ آمين

جسمانی پاکیزگی کے آداب

جناب اختر عباس

ہماری زندگی میں پاکیزگی، خیالات کی ہو یا جسم کی، دونوں بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ جبھی تو اسے ایمان کا نصف حصہ تک کھا جاتا ہے۔ کبھی غور کیجئے تو صفائی مراج اور کردار کا بھی تعین کرتی ہے۔ اس سے انسان کی زندگی میں سلیقے اور فریئے کا ہی نہیں، اس کی سوچ کی وسعت، پاکیزگی اور اندازِ زندگی کا بھی پتا چلتا ہے۔ ہر مسلمان اور اس کے بچوں کو روزانہ پانچ بار وضو کرنے سے مبہی سمجھانا اور بتلانا مقصود ہے کہ جسم کی صفائی کس قدر اہم ہے اور دین کی ایسی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر اللہ جی کے ہاں کوئی عبادت تک نہیں کی جا سکتی۔

جسمانی پاکیزگی کے حوالے سے زندگی کے معمولات میں جہاں کچھ چیزیں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں، جو خود کو ہی نہیں دوسروں کو بھی بھلی لگتی ہیں۔ وہاں کچھ باقی ایسی ہوتی ہیں جو آنکھوں کو ہی نہیں احساسات کو بھی بری لگتی ہیں۔ ان سے آگاہی اور واقفیت ہو تو بڑے آرام سے بچا جاسکتا ہے۔

○ آپ تصور کیجئے کہ کوئی فرد بظاہر کتنا ہی پڑھا کر رہا ہو، صاف سترہ الباس پہنے ہوئے ہو مگر پیشاب کی حاجت پر کہیں سڑک کے کنارے یادیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر ایسا کر رہا ہو تو دیکھنے پر کس قدر بر الگتا ہے۔ اکثر تدویاروں پر ایسے لوگوں کی ”شان“ میں خاصے ”گستاخانہ کلمات“ لکھے ہوتے ہیں۔ انہیں ان جانوروں سے تشییہ دی گئی ہوتی ہے جو پاکیزہ نہیں ہوتے۔ اور یہ کام ہر جگہ ناپسند کی جاتے ہیں۔ یاد رکھئے ایسا کرنا دنیاوی طور پر ہی نہیں، دینی طور پر بھی بے حد برا سمجھا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پیشاب کے چھینٹوں سے جسم کو ہر صورت بچانا ضروری بتایا ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اکثر عورتوں کو

چغیوں اور مردوں کے پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے پر قبر کی سزا بھکتی ہو گی۔ یعنی ان عادتوں سے بچ کر ہی سزا سے بچا جاسکتا ہے۔

جب بھی حاجت ہو کسی قریبی جگہ با تھر دوم، یا لیٹرین تلاش کریں۔ مساجد کے بیت الخلاء استعمال ہو سکتے ہیں۔ بہت مجبوری ہو تو کسی اوث میں یاراستہ سے ہٹ کر زمین پر اس طرح بیٹھ کر کیجئے کہ جسم یا لباس پر چھینٹ پڑنے کا امکان نہ ہو۔ ہمیشہ اپنے پاس لشوپ پیر کھیں۔ مجبوری کی حالت میں مٹی کا ڈھیلا بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ گھر پہنچ کر پہلی فرصت میں پانی استعمال کرنا چاہیے۔

○ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ پیشاب کے بعد کپڑے اور شلوار میں ہاتھ ڈال کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ عادت ہے۔ کسی بڑے میں ہو یا چھوٹے میں، اسے سمجھانا اور اس سے منع کرنا چاہیے۔

○ دین تو اس قدر نفاست کا قائل ہے کہ کسی کے سامنے اپنے اعضاء کو سمجھانے سے بھی روکتا ہے۔ چھوٹی عمر میں بار بار پوشیدہ اعضا پر خارش کرنے کی عادت پڑ جائے تو ساری عمر نہیں جاتی۔ اور اکثر یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ کس محفل میں کیسے بی ہیو (Behave) کرنا ہے۔ جنسی اعضا پر بار بار خارش کرنے والے بچوں، بڑوں کے پارے میں لوگ بے حد بری رائے ہی نہیں رکھتے، اس بناء پر ان کے نام بھی رکھتے ہیں، جو انہیں پتا چلیں تو بے حد شرمندگی ہو۔

○ کسی محفل، تقریب، سکول یا سفر کے دوران خارش ہو بھی تو برداشت کریں یا سب سے نظر بچا کر غیر محسوس انداز میں کریں۔

○ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جب جسم کے مختلف پوشیدہ حصوں پر بال آجائیں تو زیادہ بہتر ہے کہ ہر ہفتے بعد انہیں صاف کر دیں۔ یا اس سے جتنی جلدی ممکن ہو۔ یوں جسم پاک و صاف رہے گا۔۔۔ خارش کا خطرہ بھی نہ ہو گا اور جسم سے ناخوشگوار مہک (Smell) بھی نہیں آئے گی۔

○ اکثر بچوں اور کچھ بڑوں کو ناک میں انگلی گھمانے کی ایسی بری عادت ہوتی ہے کہ یہ بھی نہیں احساس کرتے کہ ساتھ بیٹھے ہوئے فرد پر کیا گزر رہی ہے۔ انگلی گھماتے اور ناک کی صفائی میں ایسے مگن ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہ عادت بد بھی بچپن سے شروع ہوتی ہے اور بڑھاپے تک ساتھ رہتی

ہے۔ ایسا کرنے والے کی شخصیت کی ساری عمارت ایک نظر سے اس بڑی طرح گرتی ہے کہ دوبارہ دیکھتے ہوئے گھن آتی ہے۔ اسے ہر صورت بدلتا چاہیے اس سے پچھنا چاہیے۔

○ صحیح سویرے جب منہ ہاتھ دھونے با تھر روم جائیں تو فطری ضروریات سے فارغ ہو کر اپنا معمول بنالیں کہ ناک میں پانی ڈال کر اس کی اچھی طرح اندر وہی صفائی کر لیں۔ کوئی پرانی بیانی ہو تو اس سے صاف کر لیں۔ زم کپڑے کے لشو استعمال کر لیں۔ لشو پپر زبھی بے حد کار آمد ہوتے ہیں۔

○ جس اہتمام سے آئینے میں منہ دیکھا جاتا ہے۔ اتنے ہی غور سے ناک کے اندر وہی حصے کو دیکھیں۔ کیونکہ آپ بے دھیانی میں گھر سے باہر آگئے اور ناک کی مکمل صفائی ہونا باقی رہ گئی تو دون بھر آپ سے کوئی دوست یا سہیلی بھی اس بارے میں بات نہیں کرے گا مگر دل میں ضرور برا جھلا کہے گا۔

○ وضو کے دوران عام طور پر ناک میں پانی صرف کار و اجی پوری کرنے کے لیے ڈالا جاتا ہے۔ اس وقت بھی ناک کی صفائی کا پورا خیال کیا جائے تو کبھی آپ کو اس معاملے میں شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

○ وضو کے دوران جب زیادہ لوگ بیٹھے وضو کر رہے ہوں تو کبھی زور و شور سے ناک صاف نہ کریں۔ یہ کام ایک طرف ہو کر کرنے والا ہوتا ہے۔ ناک صاف کرنے کی آواز اس قدر بربی لگتی ہے کہ طبیعت پر کتنی دیر بوجھ رہتا ہے، کوفت محسوس ہوتی ہے۔

○ بعض لوگ نزلے کا شکار ہوں یا انہیں بلغم کی شکایت ہو تو صفائی کا پورا خیال نہیں رکھتے اور جو نبی چھینک آتی ہے تو جیب سے رومال نکال کر بلغم اس میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسا تو سوچ کر ہی طبیعت خراب ہوتی ہے۔ اللہ جانے انہیں کیوں خیال نہیں آتا۔

○ اس طرح بعض لوگ اپنے سر پہ باندھے رومال کے پلوسے بھی یہ کام لیتے ہیں۔ آستین سے بھی ناک صاف کر لیتے ہیں۔ بہت ممکن ہے انہیں کبھی کسی نے بتایا اور سمجھایا ہی نہ ہو کہ یہ کس قدر نامناسب لگتا ہے۔ آپ کے لیے ممکن ہو تو شاشنگی سے ضرور بات کریں۔

○ نبی محترم ﷺ نے خوشبو کو ہمیشہ پسند فرمایا۔ اس کا مناسب اور حسب حال استعمال ضرور کرنا چاہیے۔ خصوصاً کہیں آتے جاتے۔ ہمارے ہاں جس طرح کاماحول اور موسم ہے اس میں خوشبو کی ضرورت دو گنی ہو

جاتی ہے۔۔۔ اب تو جسمانی بودور کرنے کے لیے مختلف کمپنیوں کے رول آن (Roll on) بودی سپرے، ڈیوڈر نڈ اور ٹیکم پوڈر دستیاب ہیں، جو سنتے بھی ہوتے ہیں اور اچھے بھی۔ نہاد ہو کر سکول جانے سے پہلے اینی بغلوں (Under arms) میں انہیں لگائیں تو دن بھر آپ بھی تازم دم رہیں گے اور آپ کے احباب بھی نا گواربوکی کوفت سے بچیں گے۔

○ آپ کے جسم کی صفائی اور اچھی مہک ایسے ہی ضروری ہے جیسے صاف ستر اچھرہ اور کپڑے، یہ چیزیں آپ کی شخصیت اور عادات کی عکاسی کرتے ہیں۔ دوسروں کے دلوں میں آپ کا وقار بڑھاتی ہیں۔

○ صفائی اور خوشبوکے معاملے میں نبی ﷺ کے مزان اور پسند کا اندازہ اس بات سے کریں کہ پیاز، لمبہ کھا کر مسجد آنے سے منع کیا کہ اس سے ساتھ والے کو بُو آتی ہے۔ عرب گرم علاقہ ہے، تب پانی بہت کم تا تھا۔ بجلی اور پنکھے بھی نہیں تھے، ایسے میں لوگ نماز پڑھنے آتے تو مسجد کے ماحول میں پسیوں کی بُو بھر جاتی تھی حکم دیا کہ جمعہ کی نماز کے لیے آؤ تو نہاد ہو کر خوشبو لگا کر آؤ، بال بنا کر اور تیل لگا کر آؤ۔

○ اب ہمیں جتنی سہولتیں میریں۔ دن میں دوبار نہانا چاہیے۔ ایک بار صبح سکول مدرسہ یاد فترت جاتے ہوئے اور دوسری بار آکر ضرور نہانا چاہیے ورنہ کم از کم ایک بار تو ضرور نہانا چاہیے۔ آج کل نہ تو پانی کی کی کا مسئلہ ہے، نہ پانی کے زیادہ ٹھنڈا ہونے کا۔ ہر مسئلے کا حل اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ البتہ سستی کا حل تو خود ہی ڈھونڈنا ہو گا۔

جن لوگوں کو پسینہ زیادہ آتا ہے وہ بغلوں (Under arms) میں تبت کریم یا ٹیکم پوڈر کا پف لگائیں۔ کیونکہ شروع میں Skin بہت نازک ہوتی ہے۔ بعد میں رول آن (Roll on) استعمال کرنا چاہیے۔ پھر پسینے کی بونہیں آتی۔

بھچ پڑھئے

محلہ تبلیغ القرآن ایک دینی، اصلاحی اور تربیتی مجلہ ہے، آپ خود بھی پڑھیں اور اپنے دوست احباب کو بھی پڑھنے کی دعوت دیں اور اشاعت دین میں ہمارا معاون ہیں۔

نماز کو ضائع کرنے کے مختلف حیلے بہانے

مولانا عاشق الہیؒ

ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز کا درجہ ہے۔ اعمال میں وہ سب سے پہلے فرض ہوئی، اور قیامت میں بھی سب سے پہلے اسی کا حساب ہو گا، اور اس دن کا میابی اور ناکامی کافی لہ نماز کے ٹھیک اور بے ٹھیک ہونے پر ہو گا۔ یہ جو فرمایا کہ ”نماز ٹھیک نگلی تو کامیاب و با مراد، ورنہ ناکام ہو گا“ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ حساب کے وقت نماز ٹھیک نکلنا یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے موت آنے تک پابندی سے سب نمازیں ادا کی ہوں، بے وقت کر کے نہ پڑھی ہوں، فرائض و واجبات اور سننوں کا دھیان رکھا ہو، نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ صحیح یاد ہو۔ جو حضرات نماز پڑھتے ہیں انکو بھی فکر مند ہونے کی ضرورت ہے کہ ہم کسی نماز پڑھتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر سخت تجربہ ہے جو یا تو نماز پڑھتے ہی نہیں، اور اگر کبھی کھار پڑھ بھی لیتے ہیں تو لا علیٰ کی وجہ سے بہت سی غلطیاں کر لیتے ہیں۔

* اور بعض لوگ مختلف قسم کے حیلے بہانے بنانے کا فرض نماز سے تھی پہلو کرتے ہیں، کسی کا خیال اور گمان ہے کہ ہم خدمتِ خلق میں مشغول ہیں اس لیے نمازوں سے ہمارا مرتبہ زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں، کچھ لوگوں کو قوم کی ہمدردی کا ایسا جوش سوار ہے کہ قوم کی خدمت ہی کو انہوں نے سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ خدمت ہی میں لگ رہتے ہیں، اور اس خدمت کے ذمیں میں بہت سے کمیرہ گناہ بھی کر جاتے ہیں کہ حتیٰ کہ فرض نماز تک چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر کوئی نماز اور دیگر فرائض کی طرف توجہ دلاتے تو کہتے ہیں کہ صاحب! ہم نے نماز نہ پڑھی تو کیا ہوا؟ ہم خدمتِ خلق میں لگے ہوئے ہیں، یہ بھی تو ثواب کا کام ہے۔ اپنے آپ کو گناہوں میں بتلار کھنا اور دوسروں کی خدمت کرنا (علاج و معالجہ کر دینا یاد و امانت دے دینا وغیرہ وغیرہ) اور یہ سمجھ لینا کہ ہمیں گناہوں سے بچنے اور فرائض کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بہت بڑی گمراہی ہے۔

شریعت میں اعمال کی ترتیب ہے، کچھ فرائض ہیں، کچھ واجبات ہیں، کچھ سننیں ہیں۔ خدمتِ خلق بھی ثواب کا کام ہے بشرطیکہ شریعت کے مطابق ہو، اس میں گناہ نہ ہوتے ہوں، اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ ہوتی ہو۔ نماز دین کا ستون ہے، ایمان کے بعد اسی کام مرتبہ ہے اگر نماز نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ”دین اسلام میں نماز کا مرتبہ ایسا ہے جیسا پورے جسم میں سر کا درجہ ہے۔“ جس کا سر کٹ جائے تو وہ آدمی زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح تارک نماز کا دین باقی نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

لَا كُنْتُ مُكْتُوبَةً مُّتَعَيِّنًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مُّكْتُوبَةً مُّتَعَيِّنًا فَقَدْ
بَرِأَ أَثُرُّهُ ذَمَّةُ اللَّهِ

”یعنی فرض نماز ہرگز قصد آنہ چھوڑو، کیوں کہ جس نے فرض نماز قصد آچھوڑ دی تو اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہو گیا۔“

یعنی اب اللہ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہی کہ اس کو امن و امان اور عزت سے رکھے اور مصائب دنیا وعداً ب آخرت سے اس کو بچائے۔

ایک نماز کا کتنا برا امر تیرہ ہے اس کے سمجھنے کے لیے حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد پر غور کریں:

الَّذِي تَفُوتُهُ، صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَانَتَا وَتَرَأَهُلُهُ وَمَالُهُ -

”یعنی جس کی نماز عصر جاتی رہی اُس کا اس تدریفِ نقصان ہوا کہ جیسے اس کے اہل و اولاد اور سارا مال ختم ہو گیا، جو حضرات اس دھوکہ میں ہیں کہ ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں، دوامفت دیتے ہیں، گشتنی شفاغانے قائم کر رکھے ہیں، ہم نے یہ نیک کام کر لیے اور نمازیوں نے نماز پڑھ لی، لہذا ہم اور وہ برابر ہو گئے۔ وہ حضور اقدس ﷺ کے ارشادِ ذیل کو غور سے پڑھیں۔

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاةُ، فَإِنَّ صَلَاحَتْ فَقَدْ
أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ۔

[رواہ ابو داؤد]

” بلاشبہ قیامت کے دن بندہ کے اعمال کا جو حساب ہو گا ان میں سب سے اول نمبر پر نماز ہو گی۔ پس اگر نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب اور نامراد ہو گا، اور اگر نماز خراب نکلی تو ناکام ہو گا اور خسارہ میں پڑے گا۔“ حدیث شریف میں صاف بتایا کہ اگر نماز ٹھیک نہ نکلی تو ناکامی اور نامرادی کا سامنا ہو گا، بلکہ ”موطا“ کی ایک روایت میں یوں ہے۔

اگر نماز واپس کر دی گئی تو باقی اعمال بھی رد ہوں گے:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يَنْظُرُ فِيهِ مِنْ عَمَلٍ الْعَبْدِ الصَّلُوٰةُ، فَإِنْ قِيلَثُ مِنْهُ نُظْرٌ فَيُبَيَّنَ مَنْ عَمِلَهُ، وَإِنْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ لَمْ يُنْظُرْ فِي شَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ۔

یعنی سب سے پہلے بندہ کے اعمال میں سے جس کے بارے میں نظر کی جائے گی وہ نماز ہو گی، پس اگر نماز قبول کر لی گئی تو اس کے باقی اعمال کی بھی دیکھ بھال کی جائے گی اور اگر اس کی نماز قبول نہ کی گئی تو اس کے دوسرے کسی عمل میں غور نہ ہو گا۔

جب سارے اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اسی نماز کی قبولیت پر ہے تو نمازنہ پڑھ کر یا خراب طریقہ پر پڑھ کر یا اس کی پابندی نہ کر کے اس خیال میں رہنا کہ اگر نمازنہ پڑھی تو کیا ہے؟ ہم اور بہت اچھے کام کرتے ہیں ان کی وجہ سے نجات پا جائیں گے اور کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ غلط خیال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز بتائی اور دیگر اعمال صالحہ سے بھی باخبر فرمایا اور خدمتِ خلق کا ثواب بھی بتایا، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ نماز ٹھیک نہ نکلی تو ناکام و نامراد ہو گا، اور نماز واپس کر دی گئی تو سارے عمل واپس کر دیے جائیں گے۔ ہر ارشد کو سامنے رکھ کر عمل کرنا چاہیے، ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بجائے اپنے نفس کو نماز کی ادائیگی پر آمادہ کرنا لازم ہے۔

* اسی طرح بہت سے سیاسی لوگ ایکشن لڑاتے ہیں، عہدے حاصل کر لیتے ہیں، وزیر اور صدر تک بن جاتے ہیں دوسرے گناہوں میں تولوث ہوتے ہیں خاص طور سے نماز کو ضائع کرتے ہیں۔ قوم کا درد لیے پھرتے ہیں مگر اپنی جان کا درد نہیں کہ قیامت میں ہمارا کیا بنے گا؟ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ
غَيْرًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَأَمْنَ وَعِيلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا
جَنَّتِ عَدْنِ الْيَقِيْنِ وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَةً بِالْغَيْبِ طِإِلَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا۔ [مریم: ۵۹]

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو بر باد کیا اور خواہشوں کی پیر وی کی، سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے، ہاں! مگر جس نے توہہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا، سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔ ہمیشہ رہنے کے باخنوں میں جائیں گے جن کا رحمن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے۔ پس نماز کا اہتمام اور پابندی لازم ہے، توہہ کریں اور صالحین میں شمار ہوں تاکہ آخرت کی خرابی اور بر بادی سے بچیں اور جنت میں داخل ہوں۔

* بہت سے لوگ بعض نمازیں اور خاص کر فجر کی نماز نیند کی وجہ سے ضائع کر دیتے ہیں، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فجر کی نماز کی پابندی کیوں نہیں کرتے تو کہہ دیتے ہیں کہ آنکھیں نہیں کھلتی، یا کسی نے جگایا نہیں۔ بات یہ ہے کہ جسے نماز کا اہتمام ہو ضرور بروقت اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ آنکھ کھلنے کی تدبیریں کرتا ہے، رات کو جلدی سوتا ہے، ثالث میں (الارم) لگاتا ہے، دوسرے نماز یوں سے اٹھانے کی تاکید کرتا ہے، دل میں ارادہ مضبوط نہ ہو، اٹھنے کا اہتمام بھی نہ ہو، دیر سے بھی سوئے، اٹھانے پر بھی نہ اٹھے، اور آنکھ نہ کھلنے کو بہانہ بنادے، یہ بہانہ کیسے کام دے سکتا ہے؟ خود غور کر لیں! اٹھنے کی ساری تدبیریں کرو پھر آنکھ نہ کھلے تو دوسری بات ہے۔ وہی لوگ جو فجر کی نماز کے لیے بیدار نہیں ہوتے، جب کہیں ان کو جانا ہوتا ہے یا کوئی بھی دنیاوی کام در پیش ہو جاتا ہے تو بغیر کسی کے جگائے خود بھی اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب تک دل میں لگی نہ ہو گی ایسے ہی بہانے سو جھا کرتے ہیں۔ دل کی لگی اور ہی ہوتی ہے، نماز سے عشق کر کے دیکھو ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ آنکھ کھلے گی۔

* بہت سے لوگ مرض میں نماز نہیں پڑھتے حالانکہ مرض میں بھی نماز فرض ہے۔ اور اس میں تدرت و استطاعت کا لاحاظہ رکھا گیا ہے، کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے، وہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر پڑھے، غرض یہ ہے کہ جب تک ہوش و حواس قائم ہوں نماز پڑھنا فرض ہے۔

مرض کا بہانہ کرنے سے نماز کی فریضت ختم نہ ہو جائے گی بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ نماز کیسے پڑھیں وضو ہی نہیں ٹھہرتا یا کپڑے ہی پاک نہیں رہتے؟ ان لوگوں کا یہ عذر غلط ہے۔ کیسا ہی مرض ہو نماز بہر حال فرض ہے۔ جو شخص جس حام میں مبتلا ہو وہ علماء پوچھئے کہ میں اب کیا کروں اور کیسے نماز پڑھوں؟ خود ہی اپنے حق میں مفتی بن جانا اور آپ ہی فیصلہ کر لینا کہ اب مجھ پر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، یہ بڑی چہالت کی بات ہے۔ اگر کسی کو برابر پیشاب آتار ہتا ہو، جیان کا مرض ہو، یا کسی عورت کا خون ہر وقت جاری رہتا ہو، یا سیلانِ رحم (لیکوریا) کی شکایت ہواں پر بھی نماز فرض ہے، اس کا طریقہ نفہ کی کتابوں میں لکھا ہے علماء سے معلوم کر کے عمل کرنا لازم ہے۔

اگر کسی بیمار کا بستر ناپاک ہو اور اس کے بدلنے میں بیمار کو ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو تو وہ وضو یا تمیم کر کے (مسئلہ کے اعتبار سے جس کا موقع ہو) اسی بستر پر نماز پڑھ لیا کرے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔
 * اکثر آدمی سفر میں نماز نہیں پڑھتے، اچھے اچھے نمازی سفر میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، پانی نہ ہونے اور جگہ پاک نہ ہونے کا بہانہ کر دیتے ہیں۔ اول تو اسی شیشوں پر پانی ہوتا ہے، ریل کے ڈبوں میں بھی پانی ہوتا ہے جو پاک ہوتا ہے وضو کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے، اور پڑھنے والے پڑھتے ہیں، نہ صرف تہبا بلکہ جماعت سے پڑھتے ہیں۔ اور ہندو غیر مسلم تک نماز کے لیے جگہ دے دیتے ہیں، خود ہی اپنے دل میں کچائی ہو تو اس کا علاج پختہ عزم و ارادہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اول تو سفر کے لیے ایسا وقت ڈھونڈیں جس میں نماز کا وقت نہ آئے، اور اگر کوئی ایسی صورت نہ بنے تو بھی نماز کا اہتمام کریں، پانی ساتھ لے کر پیشیں مصلی ساتھ لیں، اصولِ شریعت کے مطابق تم درست ہو تو تمیم کر لیں۔ جن کے دل میں نماز کا اہتمام ہے وہ مسائل معلوم کرتے رہتے ہیں اور نماز پڑھنے کی تدبیریں سفر میں بھی سوچ ہی لیتے ہیں۔

ظہر کا وقت سردی میں تین گھنٹے ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور گرمی میں ایک گھنٹہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور عشاکا وقت تو صحیح صادق ہونے تک ہے، اتنے بڑے وقت میں کہیں نہ کہیں گاڑی رکتی ہی ہے۔ اگر بھیڑ ہو تو بھی کچھ اتر کر نماز پڑھی جاسکتی ہے، دو یا تین رکعت پڑھنا دو منٹ کا کام ہے؟ عصر، مغرب اور فجر کا وقت بھی کوئی دو چار منٹ کا نہیں ہے، جو لوگ ہمت اور کوشش کرتے ہیں تو وقت کے اندر اندر پڑھ لیتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کا وضو کافی دیر تک ٹھہر جاتا ہے، اگر ظہر کے اخیر وقت میں وضو کر کے نماز پڑھی جائے تو یہ وضو مغرب بلکہ عشاک چل سکتا ہے۔ ہم نے تو بعض ایسے لوگ دیکھے کہ جنہوں نے

جمعہ کے لیے وضو کیا اور پھر اسی وضو سے عشا پڑھی۔ اللہ نے صحت دی ہو تو اس کو دین کے کام میں لگائیں۔ اگر ہر وقت وضو کرنا پڑتے تب بھی کریں، لوٹا ساتھ لے کر بیٹھیں، اور ہر طرح کی تدبیریں کریں ان شاء اللہ راستے لکھیں گے۔ ہر جگہ مصلیٰ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، پوری زمین نماز کی جگہ ہے، مٹی پاک ہے۔ اگر کسی جگہ زمین پر نایا کی گرگئی ہو تو زمین کے سوکھ جانے اور نایا کی کاشرا نائل ہونے سے پاک ہو جاتی ہے۔ مردوں میں تو کچھ لوگ سفر میں نماز پڑھ بھی لیتے ہیں، عورتیں تو سفر میں نماز پڑھتی ہی نہیں۔ بعض عورتیں پر دہ کا عذر کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عذر شرعاً کوئی عذر نہیں، جس برقدہ میں سفر کر رہی ہیں، مردوں کے سامنے گزر رہی ہیں، ریل میں بیٹھی ہیں اسی برقدہ میں نمازیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ اڑتا لیں میل (6 کلومیٹر) یا اس سے زائد سفر بغیر حرم کے جائز نہیں، جو حرم ساتھ ہو وہ خود بھی نماز پڑھے اور فکر مند ہو کر اس عورت کو بھی نماز پڑھائے جو اس کے ساتھ ہو، بس ہمت وار ادا ہو ناچاہیے اس کے سامنے ہر عذر یقین ہے۔

* بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ریل میں نماز تو پڑھتے ہیں لیکن خواہ بلا عذر جب کہ ریل ٹھہری ہوئی ہو یا چل رہی ہو اور گرنے کا خطہ بھی نہ ہو پھر بھی بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، اور بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ خواہ مخواہ قبلہ کے علاوہ دوسری طرف کو نماز پڑھ لیتے ہیں، جب ان کو مسئلہ بتایا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سفر میں سب کچھ جائز ہے، کبھی کہتے ہیں کہ مجبوری میں سب کچھ درست ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ دوسرے فتوے تو اہل علم سے اور مفتی حضرات سے پوچھتے ہیں اور ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنے یا بغیر قبلہ بڑھنے میں خود ہی فتویٰ دے دیتے ہیں، اور اس وقت اپنا مقام مفتی اعظم سے کم نہیں سمجھتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب قبلہ کا رخ معلوم ہو اور ریل میں نماز پڑھنے کو جگہ مل جائے تو بے قبلہ پڑھنے کے لیے کوئی معدودی و مجبوری نہیں رہتی، جب نماز پڑھنے لگے تب کون تواری کر کھڑا ہے کہ قبلہ کی طرف پڑھو گے تو گردن اڑادی جائے گی، یا کون سی مجبوری نازل ہو گئی جس کی وجہ سے قبلہ کے علاوہ دوسرے رخ کو پڑھنے لگے؟ اسی طرح جب ریل کھڑی ہو اس وقت کوئی مجبوری بیٹھ کر پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ اگر خوب اچھی رفتار سے ریل چل رہی ہو تب بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے، ہم نے پڑھی ہے اور پڑھنے والوں کو دیکھا ہے، اور گرنے کا احتمال ہو تو کسی چیز کو کپڑے سکتے ہیں اس سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ ہزاروں میں اکادا ایسا شخص ہو سکتا ہے کہ جو کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو یا کسی چیز کو کپڑے کر بھی نہ سنبھال سکتا ہو تو وہ الگ بات ہے۔ (ماخوذ از حیلے بہانے)

دینی مسائل

مولانا مفتی محمد ایاز

مولانا مفتی ضیاء الحق

حیض و نفاس کے دوران خواتین کا مہندی لگانا

سوال: بعض بورڈی عورتیں کہتی ہیں کہ مخصوص ایام (حیض و نفاس) میں خواتین کے لیے مہندی نہیں لگائی جائیے کیونکہ اس وقت ان کے ہاتھ پاؤں ناپاک ہوتے ہیں اور بعد میں بھی یہی مہندی ناپاک ہی رہتی ہے۔ شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: خواتین کے لیے مخصوص ایام میں مہندی لگانا شریعت کے رو سے منع نہیں بلکہ جائز ہے اور نہ ان ایام کی وجہ سے مہندی ناپاک ہو جاتی ہے۔ یہ بات ایک جاہلی خیال اور اغلاط العوام میں سے ہے۔ اور اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ - قُلْ مَنْ حَرَمَ زِيَّةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادَةً وَالظَّيْبَتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ [سورة الاعراف: ۳۲]

جنب اختناب و اختنبوت امراتہ، بذالک الخضاب قال ابو یوسفؓ لا باس به ولا تصلی فیہ و ان کان الجنب قد غسل موضع الخضاب فلا باس بآن تصلی فیہ۔ کذا فتاویٰ ققریخان [عامگیری: ۵/ ۳۵۹]

ولینٹائن ڈے کا حکم

سوال: آج کل ولینٹائن ڈے کے نام سے ہمارے ملک میں لوگ ایک تھوا رہنمائے ہیں جس کو یوم محبت بھی کہتے ہیں شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہود و نصاریٰ اپنی نسوانی خواہشات کے بل بوتے پر ایسے لچر سومات کو رواج دے رہے ہیں، جن کا نام و نشان تک ان کی بنیادی مذہبی کتابوں میں بھی موجود نہیں جبکہ ہماری نئی نسل بھی ان کی پیروی میں

وہاں گھس رہی ہے اور مغرب کی طرف سے آنے والے ہر تھوار اور ہر رسم کو شرف قبولیت بخش رہی ہے۔ یہ تھوار محض ایک یاد گاری ہی نہیں فاشی و عربی پھیلانے کے وہ قوی ذریعے ہیں جن کی بدولت اہل مغرب ہماری مشرقی روایات کا گلا گھونٹ رہے ہیں، بلکہ ہم خود اپنے ہی گھر کو جلانے کے لیے اس لشکر کے ہر اول دستے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

انہی یہودہ رسومات میں سے ایک ویلنٹائن ڈے ہے، اہل مغرب کا بھیجا ہوا یہ تحفہ بڑی تیزی سے ہماری ثقافت کا حصہ بن رہا ہے، مغرب والے اسے ایک مقدس تھوار کا درجہ دیتے ہیں جبکہ اس کا ذکر ان کے شرائع میں کہیں بھی موجود نہیں۔

انسانیکلوبیڈیا آف برٹائز کی تفصیل کے مطابق:

”ویلنٹائن ڈے“ وہ مخصوص تھوار اور طریقہ ہے جس میں عشق و محبت کے رسالوگ ایک دوسرے کو ”گرینگ کارڈز“ بطور یاد گاری دیتے ہیں اور یہ تھوار ایک مشہور پادری سینٹ ویلنٹائن کی یوم وفات ”چودہ فروری“ کو اس کی یاد میں منایا جاتا ہے، چودہ فروری عشق و محبت کی آگ میں چپنے ہوئے لوگوں کے لیے بطور تھوار خاص کر دیا گیا ہے۔“

❖ الغرض ویلنٹائن ڈے جنسی عشق و محبت کی بدبودار فضاؤں میں جینے والوں کا تھوار ہے۔

❖ اس کا آغاز چودہ فروری کو ویلنٹائن نامی کسی پادری نے کیا تھا۔

❖ اس پادری نے ہی اسے عشق معشوقوں میں ملوث جوڑوں کے لیے خاص کیا تھا اور وہ اسی کی یاد گار میں محبت کی یادیں تازہ کرنے کے لیے یہ دن مناتے ہیں۔

❖ غالباً بس سے پہلے محبت کے نام پر کارڈ اور پھول وغیرہ بھیجنے کی داعی ہیں ویلنٹائن نے ڈالی ہے۔

ویلنٹائن ڈے اہل مغرب کے ہاں صرف تھوار ہی نہیں بلکہ فاشی و عربی پھیلانے کا ایک زبردست ذریعہ بھی ہے۔ اس کے ذریعے یورپی ممالک ہمارے معاشرے میں شراب، جوا، نشہ و جنسی عشق و محبت کی غلامت پھیلا کر اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ ویلنٹائن ڈے کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کے ہاں گلابوں اور پھولوں کے تختے بھیجتے ہیں، بعض یورپی کمپنیاں اور ملٹی نیشنل کمپنیاں عالمی سطح پر گلابوں اور پھولوں کا کاروبار کرتی ہیں۔ لہذا اس دن پر

استعمال ہونے والی شراب، ہو ٹلوں کی بکنگ، کارڈ اور پھولوں کی خرید و فروخت سے مغرب اپنی معیشت کو مضبوط کر رہا ہے۔

الغرض فاشی عربیانی اور غیر قوم یہود و نصاریٰ کی مشاہدت کی وجہ سے ویلنٹائن ڈے منانا حرام اور ناجائز ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا۔ [سورة العران: ۱۵۶]

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِيْسَ مِنَ النَّاسِ مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَالنَّصَرَى۔

[ترمذی: رقم ۲۶۱۹]

حمل ضائع ہونے کی صورت میں نفاس کا حکم

سوال: اگر ایک عورت کا حمل ضائع ہو جائے تو اس عورت کا خون حیض میں سے شمار ہو گا یا نفاس میں سے اور اس دوران نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: حمل ضائع ہو جانے کی صورت میں دیکھا جائے گا اگر بچے کا کوئی ایک آدمی عضوبن گیا ہو تو حمل گرنے کے بعد آنے والا خون نفاس کا خون تصور ہو گا۔ لہذا جب خون بند ہو جائے اور عدت نفاس ختم ہو جائے تو عورت غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کرے گی۔

عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه قال وقت النبي صلى الله عليه وسلم للنفساء اربعين يوماً

فَإِذَا مَضَتِ اغْسِلْتُ وَصَلَّتُ [شرح مختصر الطحاوی، کتاب الطهارة: ۱ / ۳۸۷]

اور اگر حمل گرنے کی صورت میں ابھی بچے کا کوئی عضوبنا ہو انہیں تھابکله حمل ضائع ہونے کے وقت صرف گوشت کا لو تھڑا تھا تو اس کے بعد آنے والا خون نفاس نہیں ہے۔

پھر اگر یہ جاری خون حیض شمار کرنا ممکن ہو تو حیض ہے۔ ورنہ پھر استحاضہ کا خون شمار ہو گا جس میں نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کیا جائے۔

سقط ای مسقوط ظهر بعض خلقہ کیدا اور جل ولد فتصیر به نفسہ۔۔۔

فَإِنْ لَمْ يَظْهُرْ لَهُ شَيْءٌ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ وَالْمَرْءُ حِيْضٌ إِنْ دَامَ ثَلَاثًا۔۔۔ وَالْأَسْتَحْاضَةُ لَوْلَا

لَمْ يَدْرِ حَالُهُ وَلَا عَدْ أَيَامَ حِيلَهَا وَدَامَ الدَّمْ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَامَ حِيسْهَا بِيَقِينٍ ثُمَّ
تَغْسِلُ ثُمَّ تَصْلِي كَالْمَعْذُورَ [الدر المختار: ٣٠٢]

اپریل فول

سوال: اپریل فول کیا ہے؟ شریعت کے رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ رسم بد بھی یورپ سے در آمدہ ہے۔ ”اپریل فول“ جھوٹ، دھوکہ دہی اور اذیت رسانی کا دوسرا نام ہے، انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ”اپریل فول“ کا تعارف اس انداز میں کرتا ہے:

”اپریل فول، اپریل کا پہلا دن“ آل فولزڈے کے نام سے بھی مشہور ہے، یہ نام اس لیے رکھ دیا گیا کہ اس دن لوگ ہر قسم کا مذاق کر لیتے ہیں۔ مثلاً کسی دوست کو اس دن کسی ایسے کام سے بھیج دینا جس کا وجود ہی نہیں۔“

ہمارے ہاں کسی کو سنسنی خیز جھوٹی خبر دینا اپریل فول کا خاص حصہ سمجھا جاتا ہے، مثلاً کسی کو باپ کے ایسی ٹینٹ کی خبر دینا، جھوٹی اطلاع پر دور دراز علاقے سے لوگوں کو بلا لینا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض دوسرے انسان کو بے وقوف بنانا کر جھوٹ اور دھوکے سے اذیت پہنچانا ”اپریل فول“ کا مقصد ہے۔ اس رسم کی ہر جہت اور ہر پہلو شر و رفتگن کا مجموعہ ہے، نجانے مسلمان نوجوانوں کو کیا ہو گیا کہ وہ اتنی واضح خرایوں پر بنی رسم کو گلے کا ہار بنا کر بڑے فخر سے مناتے ہیں؟ لیکن کیا کہنے غلامی کے ان تباہ کن اثرات کے، جو آج ہماری نسلوں کے انکار پر چھائے ہوئے ہیں اور وہ ہر مغربی رسم کو ترقی کا زیرینہ سمجھ کر اس پر قدم رکھتے جاتے ہیں، یہ سوچے بغیر کہ یہ زینے کن پستیوں میں جا کر اختتام پذیر ہو رہے ہیں۔

ایک مسلمان کیلئے اپریل فول جیسی رسم جہاں عقلی اور اخلاقی طور پر منانا سمجھ سے باہر ہے اور اس کا کوئی جواز اس پہلو سے نہیں ملتا، اسی طرح یہ گندی رسم شرعی لحاظ سے بھی کئی مفاسد پر مشتمل ہے اور فی الواقع اصل تو شریعت ہی ہے، جب کسی چیز میں شرعی لحاظ سے خرابی پائی جائے اور شریعت اس کو اختیار کرنے سے روک دے تو بظاہر وہ کتنی ہی خوشنما کیوں نہ ہو اسے عمل کا حصہ بنانا ایک کامل مسلمان کے شایان شان نہیں، اپریل فول بھی ڈھیروں مفاسد کے ساتھ ساتھ تین گناہوں پر مشتمل ہیں۔

• دھوکہ دینا

• دوسرے کو اذیت پہنچانا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

آیة المُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عُتْمَنَ خَانَ۔ [مسلم، رقم: ۱۰۷]

منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **كَمْرُثُ خَيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاهُكَ حَدِيْنًَا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ۔** [ابوداؤد، رقم: ۳۹۷۱]

بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی کو کسی بات کی خبر دے اور وہ تجھے اس میں سچا سمجھے حالانکہ آپ اس میں جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں۔

اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے:

الْمُسِلِّمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مَنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔ [مسلم، رقم: ۶۵]

پس مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

الہذا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے کہ ہر ایسے تھوار سے بچے جو اغیار اور کفار کا مسلط کر دہ ہو اور جو شرعاً اور عقلائی مقاصد کا مجموعہ ہو۔

دارالافتاء ”دینی مسائل“ سے سوالات پوچھنے والوں کے لئے ہدایات

❖ قارئین سے گزارش ہے کہ سوال پوچھنے کے لئے اپنے سوالات واضح، خوش خط اور تفصیل سے لکھ کر ارسال کریں۔

❖ صرف ایسے سوالات کا جواب دیا جائے گا جو قارئین کے لئے منفید ہو۔ فرضی اور فضول قسم کے سوالات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

❖ سوالات بھیجنے کے لئے لفاف پر ”دینی مسائل مجلہ تبلیغ القرآن“ واضح لکھیں۔ بذریعہ ای میل بھی سوالات بھیج جاسکتے ہیں۔

❖ سوالات کے جوابات مولانا مفتی محمد ایاز صاحب اور مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب دیں گے۔

پتہ: مجلہ تبلیغ القرآن، جامعہ تبلیغ القرآن پوسٹ آباد دله زاک روڈ پشاور

تربيت اطفال اور مال کی ذمہ داری

ڈاکٹر محمد شاہد رفیع

افراد کے ملنے سے خاندان اور خاندانوں کے ملáp سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جس طرح کوئی معاشرہ افراد کے بغیر تشکیل نہیں پاسکتا اسی طرح کوئی ہوش مند انسان معاشرے سے لا تعلق ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ یعنی معاشرے کی بنیادی اکائی فرد اور بنیادی ادارہ خاندان ہے۔ خاندان خواہ ازدواجی (Conjugal) ہو یا مشترک (Corporate Or Joint)، چھوٹا ہو یا بڑا، اس کا بنیادی رکن ہر فرد اپنی انفرادی حیثیت میں ہوتا ہے اور اس کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کرنے والی اہم ترین ہستی اس کی ماں ہوتی ہے۔ ماہرین نفیات کہتے ہیں کہ انسان اپنی پوری زندگی کے واقعات و تجربات پر اسی انداز سے سوچتا اور رد عمل کا اظہار کرتا ہے جس انداز کی تربیت اس نے اپنی عمر کے ابتدائی پانچ سالوں میں حاصل کی ہو۔ ایک اسکول میں، ایک علاقے کے، تقریباً ایک ہی عمر اور ایک ہی جسمی معاشری حیثیت والے سینکڑوں بچے ہوتے ہیں لیکن کچھ کی دلچسپیاں کھیلوں میں ہوتی ہیں، کچھ کی شرارتوں میں، کچھ پڑھائی کے عمل کو قید سخت سمجھتے ہیں اور کچھ کو پڑھائی کے علاوہ کسی بات میں دلچسپی نہیں ہوتی۔ بچوں کے یہ رویے گھر میں ان کے انداز تربیت کی عکاس ہوتے ہیں۔ دلچسپی کے اسی رجحان کے لحاظ سے آئندہ بھی ان کی شخصیت تشکیل پاتی چلی جاتی ہے۔

تربیت کس لیے؟

شخصیت کی تعمیر کا پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ کر سکنے پر مزید محنت پر کمربته ہو جاتا ہے، کوئی نشے کی لٹ لگالیتا ہے اور کوئی اپنی ناکامی کا ذمہ دار معاشرے کو ٹھہرا کر تشدید اور بے راہ روی اختیار کر لیتا ہے۔ کچھ اور عمر گذرے اور بڑھا پا آجائے تو شخصیت کا یہی اختلاف ہے، جس کی وجہ سے بہت سے جسمانی طور پر کمزور بوڑھے چاق و چوبند اور محنت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بہت اچھے خاصے تند رست یہ فرض کر کے ناکارہ پڑے دکھائی دیتے ہیں کہ چونکہ وہ عمر سیدہ ہو چکے ہیں لہذا اب وہ

کسی کام کے نہیں رہے۔ ان مثالوں سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بچپن میں دی گئی اہم تریتی تربیت آخر عمر تک بہت اہمیت کی حامل رہتی ہے۔

خواتین کی اہم ذمہ داری:

وقت گزرنے کے ساتھ خاندان چھوٹ سے چھوٹ ہوتے جا رہے ہیں اور ازدواجی (Conjugal) خاندانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے خاندانوں میں تو بچے کی تربیت کی تقریباً تمام تر ذمہ داری ماں ہی کے کاندھوں پر آن پڑتی ہے۔ ویسے بھی ایک مسلم معاشرے میں گھر کے اندر ماں کی شخصیت ہی وہ محور ہوتی ہے جس پر گھر کا پورا نظام گھومتا ہے۔ اب یہ ماں پر منحصر ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کس اندازے کرتی ہے۔

نوہالاں وطن کی ماں سے یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جب خواتین کو ان کی ذمہ داریاں دلائی جائیں تو تاثیر اور عمل یہ ہوتا ہے کہ ساری ذمہ داریاں ہمارے ہی سر تھوپی جا رہی ہیں۔ مردوں کا کوئی کام نہیں ہے؟ ان کی کوئی ذمہ داری نہیں بنتی؟ اور اگر خواتین کے سامنے ان کے حقوق کا تذکرہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں اور خیالات تو بہت اچھے ہیں لیکن یہ تو مردوں کو بتائے جانے چاہیئں تاکہ وہ یہ تمام حقوق ادا کریں۔

بات دراصل یہ ہے کہ ذمہ داریاں اسی کی یاد دلائی جانی چاہیئں جس کے سامنے بات کی جا رہی ہو۔ لہذا خواتین کو ان کی ذمہ داریاں بتائی جا رہی ہوں تو اس کا برائی نہیں منانا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ خاندانی تعلقات، ماں اور بچے کا رشتہ، میاں اور بیوی کے معاملات، یہ سب باہم محبت، خلوص، اعتناء اور جذبہ ایثار و قربانی کے ساتھ ہونے چاہیئں، کاروباری ذہن کے ساتھ نہیں، چونکہ یہاں موضوع ماں کی ذمہ داریاں ہیں اور مخاطب، خواتین ہیں لہذا انی اللہ وقت ان ہی کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بات ہو گی۔

ماں اگر بظاہر بچوں کی تربیت کرتی نہ بھی دکھائی دے رہی ہو تب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تربیت نہیں کر رہی، اس لیے کہ بچہ ماں کے رویے سے ہر وقت اچھی یا بُری تربیت حاصل کر تا رہتا ہے۔ ماں اگر بچے پر مکمل توجہ نہ دے رہی ہو تو بچہ احساس تہائی کا شکار ہرنے لگتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ پوری دنیا اس کے وجود کو غیر اہم اور بے کار سمجھتی ہے۔ اس کے برعکس اگر ماں بچے پر ضرورت سے زیادہ توجہ

دے اور بے جانا زبرداری کرنے لگے تو پچھے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ شاید یہ دنیا بنائی ہی اس لیے گئی ہے کہ میری خدمت کرے۔

خاندان کے اندر مال کے اس بے انتہا، ہم کردار کو دیکھتے ہوئے یہ بات بلا خوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ خاندان کی شیرازہ بندی مال ہی کے دم سے ہے۔ مال اپنے اس کردار کو ثابت انداز سے بہ احسن و خوبی ادا نہ کرے تو خاندان انتشار کا شکار ہو جائے گا اور اگر خاندان ہی میں محبت و یگانگت اور یک جہقی اور استحکام نہ ہو تو پھر معاشرے میں دوسری کوئی بھی ایسی طاقت نہیں جو خاندان کے منتشر ہونے کے بعد پورے معاشرے کو انتشار کا شکار ہونے سے بچاسکے۔ سر الفرڈ ڈیننگ (Sir Alferd Dening) کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے کہ:

”اکثر کمسن اور نابالغ مجرمین اجڑے ہوئے گھر انوں (Broken Homes) کے فرد ہوتے ہیں“ [علم جدید کا چلچیل: وحید الدین خان]

جس جس معاشرہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ مادیت و اباحت کے دوڑنے مال سے آنے والی نسل انسانی کی تربیت کا اہم ترین، نازک ترین اور اعلیٰ ترین منصب چھین لیا ہے وہاں وہاں معاشرے میں ایسے فسادات اور افرا تفری اور افراد میں ایسی ایسی بے سکونی اور بے اطمینانی پیدا ہو چکی ہیں کہ وہ اس کامد ادا کرنا تو دور کی بات، اکثر تو اس کا سبب بھی نہیں جان پاتے ہیں۔ اور معاشرتی انتشار کے نتیجے میں مسائل در مسائل کا ایک ایسا پیچیدہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ ایک گرہ کھولنے کی کوشش میں کئی اور گھنیماں الجھ جاتی ہیں۔

بے راہ روی کا سبب:

پچھے کی تربیت جیسی اہم اور نازک ذمہ داری سے قصد آیا بلاؤ صدیا مجبور آہی اغماض برتنے کی وجہ سے بچے احساس تھائی کا شکار ہوتا ہے۔ ماحول میں اسے اپنی دلچسپی کی کوئی بات محسوس نہیں ہوتی تو وہ تھائی پسند ہو جاتا ہے یا پھر مصنوعی طور پر توجہ حاصل کرنے کے خیال سے اودھم بازی کرتا ہے، بد تمیزیاں کرتا ہے، توڑ پھوڑ کرتا ہے یا کچھ اور عجیب و غریب حرکتیں کرتا ہے۔ بچہ تھائی پسند ہو جائے یا توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، دونوں صورتوں میں اصل میں اسے سکون و راحت کی تلاش ہوتی ہے۔ سکون کا مبتلا شی یہ بچہ ذرا ہی بڑا ہونے پر آوارہ گردی اختیار کر لیتا ہے یا معاشرہ سے لا تعلقی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا

مقصد ہی بے مقصدیت بن جاتا ہے۔ کس قدر دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ وہ ہزار ہانو جوان جنہیں اپنے آپ کو ملک و ملت کے لیے وقف کر دینے کے جذبے سے خود کو تیار کرنے کی فکر کرنی چاہیے، کسی بات کی پرواہ اور فکر کیے بغیر اپنا قیمتی وقت یوں ہی گزارے چلے جا رہے ہیں۔

الیافر و جس کی زندگی کا مقصد معین نہ ہو اور وہ سکون کی تلاش میں بھی ہو، اس کا نشہ بازی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو جانا کوئی اچنہجے کی بات نہیں۔ لیکن بات یہیں نہیں رکتی کہ ایک فرد نئے کا عادی یا بے راہ روی کا شکار ہو گیا ہے، بلکہ پھر ان میں سے ہر ہر کام کی اپنی ایک الگ دنیا ہوتی ہے جس میں وہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جیسے ہیر و نئ کی تسلیل کا پورا ایک شیطانی لیکن منظم اور منضبط نظام ہے۔ جس کی برائی کا احساس ہونے کے بعد انسان اس سے نکلنا بھی چاہے تو بہ آسانی نہیں نکل پاتا۔

وہ ابتدائی خرابیاں جو شروع میں بہت معمولی محسوس ہوتی ہیں اور جب ان میں مبتلا ہونے والا شخص یا اس کے بزرگ و متعلقین تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس کے اثرات کس قدر شدید ہوں گے، بعد میں ایسے ایسے رنگ و دھمکی بیں کہ انسان کبھی معاشرہ کو بر اجلا کرتا ہے اور کبھی اپنے نصیبوں کو کوستا ہے۔ ان مسائل میں الجھنے کے سبب سے ایک فرد جنسی بے راہ روی کا شکار ہوتا ہے۔ اس فعل کا ارتکاب بھی وہ ابتدأ محض و قتی سکون اور وقتی لذت کی خاطر ہی کرتا ہے لیکن انسان اس سے بھی جلد ہی اکتا جاتا ہے۔ پھر وہ ہم جنسیت کی طرف نکل جاتا ہے جبکہ دوسری جانب ایک اور مسئلہ معاشرہ میں کنواری ماڈل کی صورت میں آن کھڑا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایک اور چیچیدہ مسئلہ وہ بچ ہوتے ہیں جن کی کفالت، تربیت اور پرورش کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا۔ ایسے بچے مسائل پیدا کرنے والے عناصر ہی کی مضبوطی کا سامان بنتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ کا انتشار اور تیزی سے بڑھتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ مادی وسائل کی فراہمی بھی ایک مسئلہ بن جاتی ہے، جس کی وجہ سے جرائم بڑھتے ہیں اور ان کے اثرات سے تشدد اور دہشت گردی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دہشت گردی اور تشدد انسان اکیلے نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے اسے جھتابنا پڑتا ہے۔ ایسا جھادہ اپنے ہم خیال، ہم کردار اور قریبی لوگوں ہی کا بناسکتا ہے۔ اس کی کوکھ سے نسلیت اور دیگر اقسام کی عصیتیں جنم لیتی ہیں اور پھر اس کے جراثیم معاشرہ کے شر فائی کے گھرانوں تک میں سرایت کر جاتے ہیں۔ ایک عصیت کے جواب میں دوسری عصیت از خود برگ وبار لانے لگتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِيلَ لِتَعَاوَرُفُ طَرَانَ
أَكْثَرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَئْقَنُكُمْ طَرَانَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ خَبِيرُو۔ [حجرات: ۱۳]

”اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ پھر تمہارے گروہ اور قبائل اس
لیے بنادیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ
ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جانے والا اور باخبر ہے۔“
اللہ تعالیٰ نے گروہ اور قبائل میں ہونے کی حکمت ہی بیان نہیں فرمائی بلکہ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی زبان مبارک سے یہ تنبیہ بھی کروائی کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَاتِلِ تَحْتَ رَأْيِهِ عَمِيَّةٌ يَدْعُو ۖ ۖ ۖ

عصبیہ او یغضب لعصبیہ فقتلته جاہلیہ۔ [ابن ماجہ، کتاب الفتن]

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص عصبیت کی خاطر لڑائی
کرے، عصبیت کی طرف دعوت دے یا عصبیت کی وجہ سے طیش میں آئے اور مارا جائے تو اس کی موت
جالبیت کی موت ہو گی۔“

معاشرتی انتشار:

اب تک کی گفتگو سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ مسئلہ جسے ہم ایک معمولی خانگی معاملہ سمجھتے ہیں، کس درجہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہ محض معاشرتی ہی نہیں قومی، اجتماعی، معاشری، اخلاقی حتیٰ کہ دینی مسئلہ بن جاتا ہے۔ پیچے در پیچ اٹھے ہوئے مسائل انسان کو ذہنی و نفسیاتی طور پر مجرور کر ڈالتے ہیں، انسان بظاہر ایک منضبط زندگی گزار رہا ہو تب بھی ان کے اثرات کا شکار ہو کر خانگی بے سکونی میں بیٹلا ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر ایسے معاملات جن کا بظاہر اس طرح کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ان کا بھی جائزہ لیا جائے مثلاً تیریک کے حادثات، تو ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد کی وجہ یہی بے سکونی، بے اطمینانی اور عدم مطابقت ہو گی۔ اور پریان کردہ مسائل سے ایک تاثریہ لیا جاسکتا ہے کہ یہ باقیں تو بہت شدید نوعیت کی ہیں اور شاید خاندانی قسم کے مجرمین کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس انداز سے سوچنا درست نہیں ہو گا، کیونکہ ایک تو یہ کہ آج کے کسی بھی بڑے سے بڑے مجرم اور دہشت گرد کے بارے میں بھی، جب وہ گود کاچھ تھا، کوئی یہ

نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ مخصوص بڑا ہو کر ایسا بنے گا۔ دوسرے یہ کہ یہ درست ہے کہ ہرچہ غیر معمولی برائیوں میں بتلا نہیں ہو جاتا، لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ تقریباً ہر گھر ہی نئی نسل کے رویے کا شاکی نظر آتا ہے لیکن جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کے رویے کی تشكیل ہمارا اپنا کام ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں نئی نسل سے نہیں، نئی نسل کو ہم سے شکوہ ہونا چاہیے کہ ہم نے اسے صحیح سکون و فلاح والا راستہ نہ بتا کر اس کی زندگی میں بے سکونی اور تلخیاں گھول دی ہیں۔

خاندان۔ بنیادی اجتماعی ادارہ:

بچے کی صحیح تربیت ہی وہ اہم فریضہ ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں خاندانی نظام اور خاندان میں ماں کو اس قدر بلند اور با وقار مقام عطا کیا گیا ہے۔ اسلام نے اجتماعی طور پر اور منظم انداز میں زندگی بسر کرنے کی جس قدر تاکید کی ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے کہ:

”جو شخص جنت کے وسط میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہو، اسے اجتماعیت سے وابستہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ ایک سے دو ہو جاتے ہیں تو دور ہو جاتا ہے“

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”تین آدمی جو کسی جنگل میں رہتے ہوں ان کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنانے بغیر ہیں۔“

ان دونوں احادیث نبوی ﷺ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے اجتماعیت کو کس قدر اہمیت دی ہے اور صرف جمع ہو جانا ہی مقصود نہیں بلکہ منظم ہونا مقصود ہے۔ اسی لیے کسی کو اپنا سربراہ چین لینا بھی ضروری قرار دیا گیا۔

خاندان بھی اجتماعیت ہی کی ایک شکل ہے اور خاندانی نظام کو بطریق حسن چلانے کے لیے کسی امیر یا منظم کا ہونا ضروری ہے اس لیے شروع ہی میں یہ طے کر دیا گیا کہ:

الرِّجَالُ قَوْمٌ أَمُونَ عَلَى النِّسَاءِ [سورة نساء: ۳۲]

”مرد عورتوں پر قوام ہیں۔“

قوام اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے، اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔

خاندان جیسے بنیادی اور اہم ترین ادارے کا منتشر ہو جانا تو اسلام کو کسی صورت گوارا نہیں۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: مَا أَحْلَ اللَّهُ شَيْءًا بَغْضَ الْيَهُ مِنَ الطَّلاقِ [ابوداؤد، کتاب الطلاق]

”اللہ تعالیٰ کو حلال کاموں میں سے ناپسندیدہ ترین جوبات لگتی ہے وہ طلاق ہے۔“

خاندان کی تشكیل، بقاء اور تنظیم اس لیے ہے کہ انسان ابتدائی عمر ہی سے ایک خوشنگوار ماحول میں بہترین تربیت حاصل کرے، ایک اچھا مسلمان اور کار آمد شہری بن سکے۔ چونکہ اس پورے نظام کا محور ماں ہے، اس لیے تربیت کی ذمہ داری بھی وہی نجاح سکتی ہے۔

ایک بہترین اور جامع دعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْمُغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغُنْيَ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَا بِمَا ءالَّتْلُجُ وَالْبَرَدُ وَنَقَى قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنقِّي التَّوْبَ الْأَبِيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَا عِدْ بَيْنِ وَبَيْنَ خَطَايَايَا كَمَا بَاعْدَتْ بَيْنَ الْمَسْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ [بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ]

ترجمہ:

یا اللہ! بے شک میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سستی سے، بزدلی سے۔ بہت بڑھاپے سے، قرض سے اور گناہ سے یا اللہ تعالیٰ! بے شک میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں آگ کے عذاب سے، قبر کے فتنے سے، قبر کے عذاب سے، مالداری کی آزمائش اور محنتی کی آزمائش کے شر سے اور کانے دجال کے شر سے۔ یا اللہ تعالیٰ! میری خطاؤں کو برداشت کے پانی سے دھوڈائے اور میری غلطیوں سے پاک کر دیجئے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے، مجھے گناہوں سے اتنا دور رکھئے جتنا آپ نے مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے سے دور رکھا ہے۔

کامیاب زندگی، مگر کیسے؟

مولانا حشمت علی صافی

قدرت نے ہر انسان کو قدرتی طور پر بہت ساری صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنے ماحول، گرد و پیش حالات اور دیگر وجوہات کی بناء پر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ احساس کمتری میں مبتلا ہونے کے بعد انسان سوچتا ہے کہ میں تو کسی کام کا نہیں رہا اور میرے پاس صلاحیت نام کی کوئی چیز نہیں۔

ایسا سوچنے سے انسان مزید احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر آپ اس احساس کمتری سے نکلنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو

آئیے اپنے شخصیت کو بہتر اور پرکشش بنانا سیکھے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کیجئے۔ لیکن یہ ہدایات صرف پڑھنے کیلئے نہیں۔ اپنانے کے لئے ہیں۔ آپ تجربہ تو کیجئے پھر دیکھنے نتیجہ کیا لکھتا ہے۔
1) اپنی شخصیت کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ تربیت نفس ایک مسلسل عمل ہے۔ زندگی کہ ہر موڑ میں اسے سنوارنے کی کوشش کریں۔

2) زندگی بغیر کسی منصوبہ بندی کے نہ گزاریے۔ بلکہ زندگی کیلئے منصوبہ بندی کیجئے کہ آپ نے کیا بنتا ہے؟ کیا حاصل کرنا ہے؟ اور اس کے لیے کیا کیا کرنا چاہیے؟

3) روزانہ کی بنیاد پر اپنے صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ جس کے لیے علم حاصل کرنا اور مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ یاد رکھنے ماحول ایک بہترین استاد ہے دنیا میں جو لوگ ناکام نظر آتے ہیں ان سے سبق سیکھے۔ لقمان حکیمؒ نے درست کہا ہے ”میں نے عقل، بے وقوف و سے سیکھا۔“

4) کامیاب زندگی کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے آپ اپنی ذات سے مخلص ہو جائیں۔ کم از کم اپنی ذات سے کبھی بھی دھوکہ مت کیجئے۔ ہر اس غلطی کو چھوڑ دیں جو خود آپ کو نقصان دیتی ہو۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

5) ہر وقت اپنا تجویز کرے۔ اور اس تجویز کی روشنی میں اچھے صفت کو اپنانے اور بری عادت کو چھوڑے۔ قُدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَّكَّى

آئیے اللہ سے دعا ملگئے۔ اللہ محنت کرنے والوں کو ضرور دیتا ہے۔ اصل وجہ ہماری کم ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھئے! من درج بالا بدایات پر سمجھدار آدمی ہی عمل کر سکتا ہے جو شخص جتنا سمجھدار ہو گا اتنا ہی وہ تعمیر شخصیت کے حوالے سے بہتر منصوبہ بندی کر سکے گا۔ سمجھداری علم کے ذریعے ممکن ہے۔ اس علم و فہم کے لیے کتاب کو اٹھائیے اور اس کتاب (مطالعہ) کی روشنی میں "کتاب زندگی" کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

قیادت کی میراث

قائد خواہ کسی ملک کا سربراہ ہو، یا کسی قوم کا رہنما، یا کسی تنظیم کا منتظم اعلیٰ، یہ خواہ شرکھتا ہے کہ اس کا کردار بحیثیت قائد لازوال ہو جائے اور وہ اچھی اقدار اور بہتر مثال چھوڑ کر جائے۔

قائدین کی میراث قوموں، ملکوں اور اداروں کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے میراث کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ قائد اس وہم سے باہر نکلے کہ اسے سب کچھ معلوم ہے وہی سب کچھ کرتا ہے، وہ کبھی ناکام نہیں ہو گا، وہ دوسروں سے بہتر ہے وہ ہر کام کر سکتا ہے۔ اپنے بارے میں لوگوں کے تاثرات اور آراء کو غور سے دیکھنا چاہئے۔ اس سلسلے میں درج ذیل نکات کسی بھی سطح پر قائد کے لئے قابل غور ہیں:

- ۱۔ لوگ یہ یاد رکھتے ہیں کہ کسی نے ان کی زندگی کو با مقصد، با معنی، بہتر اور نتیجہ نیز بنانے کے لئے کیا کیا ہے۔
- ۲۔ لوگ قیادت کی خدمت پر بینی زندگی اور مقصد کے لئے قربانی کے واقعات سے متاثر ہوتے ہیں جب کہ قربانی سے فرار اور خود غرضی سے تنفر ہوتے ہیں۔

- ۳۔ لوگ قیادت میں معلمانہ صفات کے متلاشی ہوتے ہیں یعنی وہ ان سے نئی بات سیکھنا چاہتے ہیں۔

- ۴۔ قیادت میں جذبہ مشاورت کا رفرماہو تلقید کے لئے تحمل رویے کا اٹھاہار ہو۔

- ۵۔ میراث کا تعلق پائیدار تعلقات سے بھی ہے اس کی آبیاری محض نمائشی پسندیدگی کے اظہار سے نہیں اعتماد اور اعتبار میں مسلسل اضافے سے ہوتی ہے۔

- ۶۔ قیادت مستقبل بینی اور بصیرت کے مظاہرے سے اپنا لواہا منواتی ہے جو دوسروں کو نظر نہ آسکے وہ دیکھ کر پالیں۔ قائد کو میراث عطا کر دیتا ہے۔

- ۷۔ قیادت اس انفرادیت کا نام ہے جو غرور نہیں بلکہ اکسار میں ڈوبی ہوتی ہے کامیابی کے ساتھ ساتھ ناکامی میں بھی نکھرتی ہے اور مشکلات میں پستی کے بجائے حوصلہ مندی کے ذریعے بلندی کی طرف پرواز کرتی ہے۔

- ۸۔ قیادت کا اصل امتحان مشکلات کو عبور کرنا، خلاف قوتوں کو بے اثر کرنا اور کادلوں اور خطرات کے باوجود پیش رفت ہے۔

جامعہ و محقق شعبہ جات کی

معمولات و سرگرمیاں

محمد بلال خلیل

تعلیم بالغان:

جامعہ میں مشران کے لیے تلاوت قرآن اور نماز کی تصحیح اور ضروری دینی مسائل و احکامات سیکھنے کے لیے 24 فروری 2014 کو سلسلہ "تعلیم بالغان" شروع کیا گیا۔

تعمیراتی کام:

طلباء درس نظامی کے رہائش میں پیش آنے والے مسائل کے پیش نظر، 1 فروری 2014 سے جامعہ کے پشت پر تقریباً 3 مرلہ اراضی میں دارالاقامہ اور دفاتر پر تعمیراتی کام جاری ہے۔ میر حضرات سے کارخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی اپیل کی جاتی ہے۔

اسی طرح "معلمات درس نظامی" کے لیے بنا تدرسه دفتر، میں ضرورت کی بنا پر بنا تہ شعبہ کے لئے الگ الگ الماریاں نصب کی گئیں۔

یوم والدین:

جامعہ کے شعبہ درس نظامی (بنین و بنات) اور فاضلہ دینیات کی کارکردگی اور پرفارمنس کا مظاہرہ کرنے کے لیے یوم والدین منعقد کیا جاتا ہے۔

26 جنوری 2014 کو بنین کی چار ماہی نتیجے کے موقع پر یوم والدین منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر درس نظامی کے معلمین نے اصلاحی بیانات کیے۔ جس میں تمام طلباء کے والدین نے شرکت کی۔

2 فروری 2014 کو بنین کی چار ماہی نتیجے کے موقع پر یوم والدین منعقد کیا گیا۔ ان موقع پر حضرت مفتی محمد ایاز صاحب (رئیس جامعہ) اور مولانا سمیع الحق صاحب (صدر مدرس جامعہ) نے اصلاحی

بیان کیا۔ جس میں تمام طالبات کے والدین والدات نے شرکت کی۔ اسی موقع پر امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طلبات کو انعامات بھی دی گئیں۔

10 فروری 2014 کو فاضلہ دینیات کی امتحانی نتیجے کے موقع پر یوم والدین منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر محلمات فاضلہ دینیات اور حضرت مفتی صاحب نے اصلاحی بیانات کیے۔ جس میں تمام طالبات کے والدات نے شرکت کی۔

اصلاحی بیانات:

اصلاح عقائد و اعمال کے ذریعے اصلاح معاشرہ جامعہ کی اولین کوشش رہی ہے، اسی لئے جامعہ کے اساتذہ مرد حضرات کے لئے اور اساتذیاں خواتین کے لئے مختلف اوقات اور مقابلات پر اصلاحی بیانات کرتے رہتے ہیں جن میں عقائد و اعمال کے علاوہ گھریلو مسائل، تربیت اولاد، معاملات کی درستگی، پرداہ وغیرہ جیسے موضوعات کا اختیاب کیا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے 15 دسمبر 2013 ”بعد نماز مغرب“ حضرت مولانا شمس الہادی صاحب ”نے قرآن اور نظم جماعت جیسے اہم موضوع پر اصلاحی بیان فرمایا۔ جس میں تقریباً 90 افراد نے شرکت کی۔ واضح رہے مرد حضرات کے لئے مہینہ میں ایک بار اصلاحی بیان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مرد حضرات کی طرح خواتین کے لئے بھی پندرہ روزہ اصلاحی بیان ہو اکرتا ہے۔ 13 جنوری 2014 کو کوہاٹ روڈ مدرسہ کی محترمہ بائی ”ن“ صاحبہ نے ”فکر آخرت“ کے موضوع پر خواتین سے اصلاحی بیان فرمایا۔ جس میں تقریباً ڈھائی سو سے زائد خواتین نے شرکت کی۔ اور 27 فروری کو امیر محترم مولانا ذو اکثر حشمت علی صافی نے ”گھر کی اصلاح“ کے موضوع پر خواتین سے خ طاب کی انجس میں مستورات شریک ہوئیں۔

امتحانات:

12 جنوری 2014 کلیہ الشریعہ Batch-II کے پچھلے متاثر کا اعلان کیا گیا، جبکہ 28 جنوری 2014 کلیہ الشریعہ Batch-II سے فائل ٹرم امتحان لیا گیا۔ اس طرح کلیہ الشریعہ کے دوسرے ثقہ کا تیراس سسٹر انختہام پذیر ہوا جبکہ چوتھے سسٹر کے اساق شروع ہوئے۔

سینیار:

”لیڈر شپ اینڈ ٹیم ورک“

دعوت دین کے میدان میں کام سے وابستہ افراد کی قندانہ صلاحیات اجاگر کرنے اور ٹیم ورک کی صورت میں امور انجام دینے پر، 5 جنوری 2014 کو سینیار منعقد کیا گیا۔ سینیار کے لئے COMSATS University کے HOD جیا لوچی ڈیپارٹمنٹ، محترم جناب ڈاکٹر امجد صابر صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔

”درس قرآن کیسے دیا جائے؟“

جامعہ اور جامعہ سے ملحقہ شاخوں و درسگاہوں میں با مقصد و با معنی درس قرآن کے حصول کے لیے 24، 25 اور 26 فروری 2014 کو مدرسین و مدرسات قرآن کے لیے، درس قرآن کیسے دیا جائے؟ عنوان کے تحت سہ روزہ ”ترتیبی ورکشاپ“ منعقد کیا گیا۔ جس میں تقریباً 27 مدرسین و 80 مدرسات نے شرکت کی۔ ترتیبی ورکشاپ، کے لئے رئیس جامعہ، حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔

”معلومات تربیتی ورکشاپ“

دینی مدارس کی عالمات اور معلومات کی تدریسی صلاحیتوں کو نکھرانے اور مدرسہ کے نظم و نسق کے حوالے سے ایک مفید سہ روزہ 11، 12، 13 جنوری 2014، تربیتی ورکشاپ منعقد کیا گیا۔ تربیتی ورکشاپ، کے لئے ڈاکٹر ”ع“ مسز ڈاکٹر امجد صابر کی خدمات حاصل کی گئیں۔

”تدربیب المدرسین کورس“

پشاور یونیورسٹی (UOP) کے زیر اہتمام 15 جنوری 2014 کو، دینی مدارس کے معلیمین و مدرسین کے لیے روزہ تدبیب المدرسین کورس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں جامعہ تبلیغ القرآن کے معلیمین مفتی ضیاء الحق مولانا جaffer خان اور قاری لقمان احمد صاحب نے شرکت کر کے کورس سرٹیفیکیٹ حاصل کیے۔

سیرت کافرنس:

ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے زرعی یونیورسٹی پشاور، میں ”سیرت کافرنس“ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں کثیر تعداد میں یونیورسٹی کے پروفیسر، فیکٹری ممبر اور طلباء نے شرکت کی۔ کافرنس کے معروف مذہبی سکالر، حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنہوں نے سیرت کے حوالے سے ریاست مدنیہ کا نظام تعلیم پر لپکھر دیا۔

سالانہ کلینڈر تقسیم:

ہر سال جامعہ اور خادم کی طرف سے سالانہ کلینڈر مرتب ہو کر تقسیم کئے جاتے ہیں اسال بھی جامعہ اور خادم کا مرتب کر دیا گیا، تمام شاخوں، شعبہ جات، یوٹش اور جامع مسجد امیر معاویہؒ کے عام نمازیوں میں بھی تقسیم کیا گیا۔

ملحقہ شاخوں کی کارگزاری:

12 جنوری 2014 جامعہ کے ذیلی شاخ ”مدرسہ تعلیم القرآن افغان کالونی۔ مولانا مجاہد“ میں یوم معائنة (Inspection Day) کے موقع پر شاخ کامعا نہ کیا گیا۔ اور ارکان کی حوصلہ افراہی کے لیے اصلاحی بیان کیا گیا۔ معائنة اور اصلاحی بیان کے لیے جامعہ کی طرف سے حضرت مفتی صاحب تشریف لے گئے تھے۔ جامعہ کے ذیلی بنا شاخ ”مدرسہ ام حبیبہ مسلم کالونی۔ سرپرست حاجی سرفراز“ میں ختم قرآن کے موقع پر جامعہ نائب مفتی مولانا ضیاء الحق صاحب نے ختم قرآن جبکہ ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی صاحب نے ترغیب الی القرآن پر بیان فرمایا۔

منظیں سرگرمیاں:

مفتیہ اجلاس: ادارہ اور ارکین کو منظم رکھنے کے لئے وقاوف قائم فنہ کے اجلاس بلائے جاتے ہیں۔ 17 جنوری 2014 کو اسی ضرورت کی بنا پر 2014 لائچہ عمل کے سلسلے میں مفتیہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف امور سے متعلق مشورے اور فیصلے لئے گئے۔ تمام ملحقہ اداروں اور شعبہ جات کے لئے 26 صفحات پر مشتمل سالانہ لائچہ عمل پیش کیا گیا۔

منظیہ اجلاس: ارکین کی تربیت اور فعال بنانے کے لئے 26 جنوری 2014 کو 2014 لائچہ عمل کے سلسلے میں منظیہ اجلاس (Grand Meeting) بلا یا گیا۔ جس میں تمام شعبہ جات کے ذمہ داران کو 2014 کے مرتبہ لائچہ عمل پر بریفنگ دے کر اپنے اپنے شعبہ میں لائچہ عمل کے مطابق کام کرنے کی ہدایات دی گئیں۔

مشران اجلاس: مشران علاقہ کے مختلف امور، مسائل، جرگے، غنی خوشی وغیرہ احسن طریقے سے انجام دینے کے لیے اجلاس منعقد ہوتے ہیں اسی سلسلے میں، 21 فروری 2014 کو مشران اجلاس منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں مشران نے شرکت کی۔

بیرون ملک رابطے: جامعہ سے مسلک ایسے غیر مربوط ارکان جو، بیرون ملک جا پچے ہیں، کو مربوط کرنے کے لیے ماہ جنوری 2014 مختلف اوقات میں مخفف ذرائع کو استعمال میں لا کر رابطے کیے گے۔ اور بیرون ملک تحریکی ساتھیوں کے حال احوال معلوم کیے گئے۔

دورے: ادارہ سے مسلک جامعہ کے گرد و پیش 14 یو نس کو فعال بنانے کے لیے جانب محمد بلاں صاحب اور حاجی پرویز صاحب نے ماہ فروری 2014 مختلف ایام و اوقات میں تنظیمی دورے کئے۔

خادم و یلفیسر سوسائٹی: (KWS)

دستکاری نمائش:

”خادم“ کے زیر اہتمام، ”خادم فنی تعلیم (Vocational Center)“ کے ادارہ سے نادار طالبات کو فنی تعلیم و تربیت فراہم کی گیر ہے۔ اب تک 3 نجی میں 40 کے لگ بھگ طالبات سلامیٰ کڑھائی و دیگر دستکاری کے فنون کی تربیت حاصل کر پچی ہیں۔ خادم وو یشنل سٹرکٹ کی طالبات اور ایکسپرس کی کار کر دگی اور فن پاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے 24 جنوری 2014 ایک ”دستکاری نمائش“ کا اہتمام کیا گیا۔ جسے طالبات، ان کی اہل خانہ خواتین، علاقہ کی دیگر خواتین اور نامور ورکنگ و من نے شرکت کی اور ادارہ کی خدمات اور کامیاب نمائش کو سراہا۔

سینیار امتحان میں کامیابی کے اصول:

”خادم“ کی جانب سے طلباء کی راہنمائی کے لیے 9 فروری 2014 کو ”امتحان میں نمایاں کامیابی کے راہنماء اصول“ کے عنوان سے سینیار منعقد کیا گیا۔ جس میں کثیر تعداد میں مختلف طلباء عموماً اور SSC کے طلباء نے خصوصاً شرکت کی۔ سینیار، کے لئے معروف ماہر تعلیم، ابو ثاقب شکیل احمد صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔

بلڈ ڈو نیشن کمپپ:

”خادم میڈیکل ٹائم“ نے 26 فروری 2014، ویلفیر ہائینڈز کے ڈلکش میاں عقیق صاحب سے، بلڈ ڈو نیشن کمپپ کے حوالے سے میٹنگ کی۔ جس میں دونوں اداروں کی کوارڈنیشن سے آئندہ بلڈ ڈو نیشن کمپپ منعقد کرنے پر اتفاق ہوا۔

